دکتور سعود بن عبد اللہ الفنیسان

کے ساتھ ایک مکالمہ

تالیف

شیخ ربیع بن ھادی المدخلی حفظہ اللہ

مترجم

دکتور اجمل منظور المدنی حفظہ اللہ

سلسلۂ اشاعت
10

اسلام میں

مظاہروں کا حکم

دکتور سعود بن عبداللہ الفنیسان کے ساتھ ایک مکالمہ

تالیف:

شیخ ربیع بن ھادی المدخلی حفظہ اللہ

مترجم: د/ اجمل منظور المدنی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مقدمۂ مؤلف

الحَمْدُ للهِ رَبِّ العالَمِينَ، والصَّلاةُ والسَّلامُ على نَبِيِّنا مُحَمَّدٍ، وعَلى آلِهِ، وأصْحابِهِ، ومَن تَبِعهم بإحْسانٍ إلى يَوْمِ الدِّينِ، أمّا بَعْدُ:

میں نے ''نظرات شرعية في وسائل التعبير العصرية'' نامی ایک کتابچہ دیکھا جسے دکتور سعود بن عبد اللہ الفنیسان نے تحریر کیا ہے۔ میں نے اس مقالے میں پایا کہ مصنف نے مظاہروں کے بارے میں شرعی دلائل سے استدلال کرنے میں راہ حق سے انحراف کیا ہے، حالانکہ اللہ نے ہمیں اسی راہ حق پر چلنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الانعام: ۱۵۳]

ترجمہ: اور یہ کہ یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔

اور اللہ نے اپنے رسول کے حق میں یہ گواہی دی ہے کہ آپ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَن نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [الشوری: ۵۲]

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے

بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقینا سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خود ہمیں بھی اس بات کا مکلف بنایا کہ ہم نمازوں کے اندر اسی راہ حق پر چلنے کی اس سے دعا کریں، چنانچہ اسی کی تعلیم کے مطابق ہم میں سے ہر کوئی یہی دعا کرتا ہے:

﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ [الفاتحہ:۷]

ترجمہ: ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا، جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتنوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [الانفال:۲۵]

ترجمہ: اور اس عظیم فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو کہ اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔

اسی طرح مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور:۶۳]

ترجمہ: سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آپہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آپہنچے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ساری احادیث میں ہمیں فتنوں سے آگاہ کیا ہے انہیں میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "سَتَكُونُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ

الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفُهُ، وَمَنْ وَجَدَ فِيهَا مَلْجَأً فَلْيَعُذْ بِهِ"۔ "[صحیح مسلم:۲۸۸۶]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قریب ہے کہ فتنے ہوں گے جن میں بیٹھنے والا بہتر ہوگا کھڑے ہونے سے اور کھڑا رہنے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے، جو اس کو جھانکے گا تو اس کو وہ کھینچ لے گا اور جو کوئی پناہ کا مقام یا بچاؤ کی جگہ پائے تو چاہیے کہ اس پناہ میں آجائے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بھی سکھایا ہیکہ ہم چار چیزوں سے پناہ مانگیں جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ، يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ".

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی تم میں سے نماز میں تشہد پڑھے تو چار چیزوں سے پناہ مانگے، کہے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ"۔ [صحیح مسلم:۵۸۸]

یا اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے۔

اور اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے: "ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ"۔ [صحیح بخاری:۳۱۷۶]

ترجمہ: پھر فتنہ اتنا تباہ کن عام ہوگا کہ عرب کا کوئی گھر باقی نہ رہے گا جو اس کی لپیٹ میں نہ آگیا ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں عام الفاظ وارد ہوئے ہیں: ”وَفِتْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ لَا يَبْقَى بَيْتُ مُسْلِمٍ إِلَّا دَخَلَتْهُ“۔ [سنن ابن ماجہ:۴۰۴۲]

ترجمہ: پانچویں تمہارے درمیان ایک فتنہ برپا ہوگا جس سے کوئی گھر باقی نہ رہے گا جس میں وہ نہ پہنچا ہو۔

امت مسلمہ میں فتنے تو بہت آئے، مگر اب تک کے خطرناک فتنوں میں مظاہرہ سب سے بڑا خطرناک فتنہ رہا ہے، کیونکہ یہ یہود ونصاری کی سازش سے آیا ہے۔

یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ [المائدہ:٦٤]

ترجمہ: جب کبھی وہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

بڑے ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دکتور سعود الفنیسان نے مظاہرہ، آزادی، اظہار رائے اور اس جیسی بعض جمہوری چیزوں کو مشروع قرار دیا ہے، اور ان کے جواز پر ایسی دلیلوں سے استدلال کیا ہے جن کا ان مظاہروں سے دور و قریب کسی طرح کوئی واسطہ نہیں ہے، دین اسلام ان تمام فتنوں سے بری ہے۔

بلکہ انہوں نے تو ایک جگہ یہاں تک کہہ دیا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تعلق سے وارد تمام آیات واحادیث پر امن مظاہروں کے حق میں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ

الْفَاسِقُونَ﴾[آل عمران:۱۱۰]

ترجمہ: تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔

اسی طرح صحیح مسلم کی یہ روایت:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، مَرْوَانُ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ". [صحیح مسلم:۴۹]

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے، سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا، وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو خلفائے بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: خطبہ سے پہلے نماز پڑھنی چاہیئے۔ مروان نے کہا: یہ بات موقوف کر دی گئی۔ سیدنا ابوسعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار ہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے“۔

اللہ تعالیٰ پاک و بالاتر ہے اس بات سے کہ وہ ایسے شیطانی مظاہروں کو معروف قرار دے، اور اسی طرح رسول اکرم ﷺ بھی اس بات سے بری ہیں کہ آپ ان مظاہروں کو معروف قرار دیں، جسے صہیونی

یہودیوں نے اپنے ایجنڈے کے تحت ایجاد کیا ہے۔

یقیناً یہ مظاہرے اسلام اور علمائے اسلام کی نظر میں سب سے بڑے منکرات میں سے ہیں۔

○○○○

دکتور سعود الفنیسان کے رسالہ پر چند اہم تعلیقات

○ دکتور سعود الفنیسان کہتے ہیں:

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾[النحل:۱۱۶]

ترجمہ: اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تا کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔

❐ تعلیق:

یہاں پر یہ آیت پیش کر کے محترم اُن علمائے اسلام کو مراد لے رہے ہیں جو مظاہروں کو حرام کہتے ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیج کر کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اللہ کے دین کو عام و خاص اور حاکم و محکوم سب تک پہونچا دیا ہر اس وسیلے کا استعمال کر کے جو انہیں میسر آیا۔

یہ کلام درست اور حق ہے، البتہ موصوف کا یہ کہنا کہ انہوں نے (سب تک پہونچا دیا ہر اس وسیلے کا استعمال کر کے جو انہیں میسر آیا) یہ عمومیت ٹھیک نہیں ہے؛ اسلئے کہ وہ یہاں پر فتنۂ تصویر سازی کو تمام اشکال کے ساتھ مراد لینا چاہتے ہیں (کہ یہ جائز ذریعہ ہے)، جب کہ یہ محال ہے کہ صحابہ کرام تصویر سازی کو اللہ کے دین کی تبلیغ کا وسیلہ سمجھیں۔

اسی طرح موصوف اس عمومیت میں مظاہروں کو بھی شامل کرنا چاہتے ہیں جو کہ جمہوریت کے اصول میں شامل ہے، وہ جمہوریت جو نہ اللہ کی حاکمیت کا قائل ہے اور نہ ہی اللہ کے بندوں کے مشروع حقوق کا معترف ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے کہتے ہیں:

"یہ بات معلوم ہے کہ دعوت دین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اور اللہ، اسکے رسول اور حکام ورعایا کو نصیحت کرنا ہر مکلف مسلمان پر واجب ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ہر ایک پر اسکی استطاعت کے بقدر واجب ہے، اور عالم اور طالب علم پر ایک جاہل اور عامی شخص کے مقابلے زیادہ واجب اور ذمیداری ہے۔ اسی طرح ایک حاکم اور ذمہ دار پر اسکے ماتحتوں اور رعایا کے تئیں دوسروں کے مقابلے زیادہ واجب ہے"۔

❐ تعلیق: میں کہتا ہوں:

بات تو برحق ہے مگر مفہوم اور سیاق غیر مناسب ہے، رسولوں کی دعوت توحید کی طرف تھی، وہ شرک ومنکرات سے روکتے تھے، جن میں مظاہروں کا یہ فتنہ بھی شامل ہے، مگر موصوف انہیں فتنوں کو جائز سمجھتے ہیں، اس طرح یہ کلام اور مناسبت الگ الگ سیاق اور روادی میں ہیں۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان اپنے کتابچے کے پہلے ہی صفحے پر کہتے ہیں:

"اہل علم اور دانشوروں کے نزدیک اظہار رائے کے وسائل اجتہادی ہیں نہ کہ توقیفی۔ اور آج کے دور میں یہ وسائل نئے نئے ہیں جو پہلے دور میں موجود نہیں تھے، جیسے کہ تصویر کشی، ڈرامہ، کارٹون اور ویڈیو گرافی وغیرہ۔ اسی طرح پر امن مظاہرے کرنا، عام میدانوں میں کانفرنسوں اور سیمیناروں کا قیام، ٹیلی فون، موبائل، انٹرنیٹ، فیس بک، ٹیوٹر جیسے بہت سے جدید وسائل کا استعمال کرنا۔

اسی طرح ماضی بعید میں جو وسائل معروف تھے جیسے کتابوں کی تالیف حکمتوں اور مثالوں کو بیان کرنا، اشعار وقصیدے گوئی کرنا اور دیگر وسائل جو اس وقت معروف تھے۔ ان تمام جدید اور قدیم وسائل کو عدل وانصاف امن وسلامتی اور حق کے قیام کیلئے استعمال کرسکتے ہیں، اسی طرح انہیں وسائل کو ظلم وزیادتی اور حکام ورعایا کے درمیان

منافرت پھیلانے کیلئے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

اگر مقصد اور ہدف نیک ہوگا تو ایسی صورت میں وسیلہ واجب یا مندوب ہوگا کیونکہ وسیلے کا حکم ہدف کا ہی حکم ہوتا ہے۔

اور اگر مقصد برا، حرام یا مکروہ ہو تو وسیلہ بھی اسی طرح ہوگا۔ اسی لئے علماء نے یہ قاعدہ بنایا ہے: (الوسیلة لها حکم الغایة) یعنی وسیلہ اور ذریعہ کا وہی حکم ہوگا جو مقصد کا حکم ہے، نہ کہ وہ وضعی دستوری قانون جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مقصد کے حصول کی خاطر کوئی بھی وسیلہ اختیار کر سکتے ہیں۔ دونوں میں وسیلہ کے اندر بہت فرق ہے؛ پہلے میں وسیلہ قرآنی آیت سے مستدل ہے جبکہ دوسرے میں کفریہ ہے"۔

◻ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① وہ اہل علم اور دانشوران جنکے بارے میں موصوف نے کہا کہ وہ اظہار رائے کے وسائل کو اجتہادی مانتے ہیں وہ کون لوگ ہیں؟

② آخر وہ کون سے علمائے راسخین ہیں جو مظاہروں کو شریف مقصد اور ایسے وسیلے کو جائز یا مندوب کہتے ہیں؟

ہم نے تو ایسے علماء سے یہی کہتے سنا ہے کہ مظاہرے جائز نہیں ہیں، انکی مذمت کی ہے اور اس سے روکا ہے، ان مظاہروں کو صرف نفس پرست علمائے سوء نے ہی جائز قرار دیا ہے، وہ لوگ جو یہود و نصاری کی ہر گمراہی کے پیچھے بھاگتے نظر آتے ہیں، انہیں گمراہیوں میں سے اشتراکیت اور جمہوریت بھی ہے، اور اسی سے نکلی ہوئی دوسری چیزیں ہیں جیسے مظاہرے، احتجاج، دھرنا اور پارٹی بندی کرنا، یہ سب کے سب باطل، جہالت، ضلالت اور انحراف ہے، اسلام ان تمام امور سے پاک ہے۔

③ کیا اہل علم اور دانشوروں نے تصویر کشی، ڈرامہ، کارٹون اور ویڈیو گرافی وغیرہ، اور اسی طرح

پرامن احتجاج کو عدل وانصاف امن وسلامتی اور دعوت دین کیلئے جائز وسیلہ سمجھا ہے؟

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ ڈرامہ قدیم یونانی عبادت ہے جسے بت پرست قدیم یونانیوں نے اپنے بتوں کی پرستش کیلئے ایجاد کیا تھا؟

کیا آپ کو نہیں پتہ کہ ڈرامے جھوٹ پر مبنی ہوتے ہیں اور علمائے اسلام نے حتی کہ بعض صوفیوں نے بھی اسے حرام قرار دیا ہے، صرف انہیں لوگوں نے اسے جائز کہا ہے جو دھوکے میں ہیں یا جنہیں اخوانیوں نے دھوکے میں رکھا ہے۔

④ اور کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اسلام کے اندر تصویر کشی حرام ہے، بلکہ تصویر بنانے والے کیلئے سخت وعیدین وارد ہوئی ہیں، اور علمائے اسلام نے اور بطور خاص اس ملک کے علماء نے اسے حرام کہا ہے، ان علمائے اسلام میں شیخ محمد بن ابراہیم اور شیخ ابن باز بھی شامل ہیں جو تصویر کشی کو مطلق طور پر حرام کہتے ہیں اور اسے میں فوٹو گرافی بھی شامل ہے؟

میں چاہتا ہوں کہ اس تعلق سے صحیح دلائل پیش کر دیا جائے:

عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، قال: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي دَارِ مَرْوَانَ، فَرَأَى فِيهَا تَصَاوِيرَ، فَقَالَ: سمعت رسول اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ خَلْقًا كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً أَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً". [صحیح مسلم:۲۱۱۱]

ترجمہ: سیدنا ابوزرعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مروان کے گھر میں گیا، وہاں تصویریں تھیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس سے زیادہ کون قصوروار ہوگا جو میری مخلوق کی طرح

بنانے کا قصد کرے اچھا بنا دیں ایک چیونٹی یا ایک دانہ گیہوں کا یا جو کا۔

عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قالت: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لِي عَلَى سَهْوَةٍ لِي فِيهَا تَمَاثِيلُ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَتَكَهُ، وَقَالَ: "أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللَّهِ" قَالَتْ: فَجَعَلْنَاهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ. [صحیح بخاری:۵۹۵۴]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر (غزوہ تبوک) سے تشریف لائے تو میں نے اپنے گھر کے سائبان پر ایک پردہ لٹکا دیا تھا، اس پر تصویریں تھیں جب آپ ﷺ نے دیکھا تو اسے کھینچ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ لوگ گرفتار ہوں گے جو اللہ کی مخلوق کی طرح خود بھی بناتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے پھاڑ کر اس پردہ کی ایک یا دو توشک بنالیں۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قال: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّي رَجُلٌ أُصَوِّرُ هَذِهِ الصُّوَرَ فَأَفْتِنِي فِيهَا؟ فَقَالَ لَهُ: ادْنُ مِنِّي فَدَنَا مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: ادْنُ مِنِّي فَدَنَا حَتَّى وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ، قَالَ: أُنَبِّئُكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يَجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ"، وقَالَ: إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ، وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ. [صحیح مسلم:۲۱۱۰]

ترجمہ: سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے، ایک شخص عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں تصویر بنانے والا ہوں تو اس کا کیا حکم ہے بیان کیجئے مجھ سے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میرے پاس آ۔ وہ گیا، پھر انہوں نے کہا: پاس آ۔ وہ اور پاس گیا یہاں تک کہ سیدنا ابن عباس رضی

اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور کہا: میں تجھ سے کہتا ہوں وہ جو میں نے سنا ہے رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: "ہر ایک تصویر بنانے والا جہنم میں جائے گا اور ہر ایک تصویر کے بدل ایک شخص جاندار بنایا جائے گا جو تکلیف دے گا اس کو جہنم میں۔" اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر تو نے ایسا ہی بنانا ہے تو درخت کی یا کسی اور بے جان چیز کی تصویر بنا۔

عن قتادة، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُمْ يَسْأَلُونَهُ وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى سُئِلَ فَقَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ: "مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ". [صحیح بخاری:۵۹۶۳]

ترجمہ: قتادہ بیان کرتے تھے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا لوگ ان سے مختلف مسائل پوچھ رہے تھے۔ جب تک ان سے خاص طور سے پوچھا نہ جاتا وہ نبی کریم ﷺ کا حوالہ نہیں دیتے تھے پھر انہوں نے کہا کہ میں نے محمد ﷺ سے سنا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں مورت بنائے گا قیامت کے دن اس پر زور ڈالا جائے گا کہ اسے وہ زندہ بھی کرے حالانکہ وہ اسے زندہ نہیں کر سکتا۔

عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: "أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ". [صحیح مسلم:۹۶۹]

ترجمہ: ابی الھیاج اسدی رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسے کام پر نہ بھیجوں جس کام کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو بھیجا تھا کہ: کسی تصویر کو نہ چھوڑنا، مگر تم اسے مٹا دینا، اور کوئی بلند قبر تم نہ چھوڑنا، مگر اس کو زمین کے برابر کر دینا۔

مذکورہ دلیلوں کے اندر تصویر کشی کو اسکے تمام اشکال کے ساتھ حرام کر دیا گیا ہے اور تصویر کشی کرنے والوں کو سخت عذاب کی وعیدیں سنائی گئی ہیں پھر آپ ان وسائل کو کیسے اجتہادی کہہ رہے ہیں؟

یہ مظاہرے خواہ پرامن ہوں یا پرامن نہ ہوں کسی بھی صورت میں اجتہادی نہیں ہو سکتے، کیونکہ ان میں فساد اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے، اسلئے یہ کبھی بھی جائز نہیں ہو سکتے، انہی اجتہادی مسائل میں وہی شمار کرسکتا ہے جو ہٹ دھرم اور نصوص شرعیہ کا مخالف ہو، اور ان مظاہروں کو کسی بھی حال میں اسلام کی طرف منسوب نہیں کرسکتے، کیونکہ یہ مظاہرے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے بلا واسطہ ٹکراتے ہیں، اس پر تفصیلی کلام اور اسکے حرمت کی وضاحت آگے آئے گی۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے دوسرے صفحے پر کہتے ہیں:

"اس عجلت میں مذکورہ تمام وسائل پر تفصیلی کلام ممکن نہیں ہے، اسی لئے سر دست صرف ایک ہی وسیلے پر اپنے کلام کو منحصر رکھوں گا، اور وہ پرامن مظاہرہ ہے، کیونکہ اس وقت اس وسیلے پر لوگ بہت زیادہ کلام کررہے ہیں، کوئی جائز کہہ رہا ہے تو کوئی حرام، مگر دلیلوں پر مناقشہ کوئی نہیں کر رہا ہے، بطور خاص ٹیونس، مصر، لیبیا اور دیگر ملکوں میں قومی انقلابی پرامن مظاہروں کے پس منظر میں لوگ کچھ زیادہ ہی بحث کررہے ہیں۔ ان مظاہروں میں مظاہرین نے نہ تو کسی کا خون بہایا اور نہ ہی کسی پر ہتھیار اٹھایا اور نہ ہی کسی پر ظلم کیا اور نہ ہی کسی جائیداد کو تباہ کیا"۔

□ تعلیق: میں کہتا ہوں:

یہ آپ سے کس نے کہا کہ ٹیونس، مصر اور لیبیا اور دیگر ملکوں میں جو مظاہرے کئے گئے وہ پرامن تھے؟

کیا آپ کو نہیں پتہ کہ صرف لیبیا میں ان مظاہروں کی وجہ سے ہزاروں معصوم جانیں گئی ہیں، ملک میں خوف ودہشت، انارکی اور خانہ جنگی کی حالت پیدا ہوگئی ہے اور بہت سے لوگ ملک سے بھاگ چکے ہیں؟

اسی طرح مصر کے اندر بھی ہزاروں افراد نے جان گنوائی ہے، قتل وخونریزی اور تباہی ملک میں عام ہوئی ہے۔

مظاہروں کی وجہ سے لوگوں کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا ہے، اوران مظاہروں کا انجام لوگ آج بھی بھگت رہے ہیں، مستقبل میں کیا ہوتا ہے اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے تیسرے صفحے پر کہتے ہیں:

”دوسرا وقفہ:

اظہار رائے کی آزادی: اظہار رائے کی آزادی ایک مسلمان کی زندگی میں اس کے بنیادی حقوق میں سے ہے، اوراس پر عبادات ومعاملات میں بہت سارے شرعی احکامات منحصر ہیں۔

کسی کی اظہار رائے کی آزادی پر زیادتی کرنا ظلم اور انسانی شرافت کی پامالی ہے، ساتھ ہی دوسرے کی بندگی اور تابعداری پر لگانا ہے، جبکہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور وہ اسی آزادی کے ساتھ جینے کا حق رکھتا ہے، اللہ کے سوا کسی کی بندگی پر اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، یہاں تک کہ ایک شرعی غلام بھی اپنے آقا کی ماتحتی میں رہ کر اپنی انسانی کرامت اور شرافت کے ساتھ جینے کا حق رکھتا ہے، اور اعتقاد اور عبادت میں آزادی کا مستحق ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اللہ رحم فرمائے جب آپ نے اپنے ایک گورنر کا محاسبہ کرتے ہوئے اسی مفہوم کی تاکید فرمائی تھی کہ تم نے لوگوں کو کب سے غلام سمجھ لیا جبکہ ان کی ماؤں سے انہیں آزاد جنا ہے؟!

اسلام کے اندر اظہار رائے کی آزادی ہی دراصل دعوت دین کی بنیاد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰۴]

ترجمہ: اور لازم ہے کہ تمھاری صورت میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور معروف ومنکر کے اصول کتاب وسنت کے اندر منصوص ہیں مگر اسکی قسمیں اور تعداد انسانوں کی کثرت

کے بقدر بہت زیادہ اور متعدد ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الروم:۴۱]

ترجمہ: خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہوگیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تاکہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تاکہ وہ باز آجائیں"۔

❑ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① شرعی احکامات عقل والوں پر لاگو ہوتے ہیں نہ کہ پاگلوں پر، اور بہت سے احکامات آزاد لوگوں پر لاگو ہوتے ہیں نہ کہ غلاموں پر، چنانچہ آزادی سے مراد آزاد شخصیت ہے جو کہ معروف غلامی کا ضد ہے نہ کہ اس سے مراد اظہار رائے کی آزادی ہے جسے جمہوریت کا ایک ستون مانا جاتا ہے، مثال کے طور پر جہاد اور حج کیلئے آزادی شرط ہے یعنی غلام پر نہ تو جہاد واجب ہے اور نہ ہی حج، اسی طرح زکاۃ کیلئے بھی آزادی شرط ہے یعنی غلام پر زکاۃ فرض نہیں ہے، اس لئے کہ وہ مال کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ وہ خود کسی کی ملکیت ہوتا ہے۔ سو جن شرعی احکامات میں آزادی مطلوب ہے اس سے شخصی آزادی مراد ہے نہ کہ اظہار رائے کی آزادی، کیونکہ اسلام کے اندر اظہار رائے کی آزادی نہیں ہے، بلکہ اسکے لئے قیود وشرائط ہیں، چنانچہ اسلام میں ایسی کسی اظہار رائے کی آزادی نہیں ہے جس سے کسی فرد کو، جماعت کو یا سماج کو یا پھر رعایا اور حاکم کو نقصان پہونچے، چنانچہ جو بھی اظہار رائے کی آزادی کے نام پر باطل، جھوٹ، بدعات وخرافات، گمراہی، شرک، سب وشتم اور غیبت جیسے منکرات کا ارتکاب کرے اسے خاموش کر دینا عدل و انصاف کا تقاضہ ہے، یہ نہ تو ظلم وزیادتی ہے اور نہ ہی انسانی شرافت کی پامالی ہے بلکہ ان امور کا اقرار کرنا ظلم اور انسانی شرافت کی پامالی ہے۔

② اگر آپ مسلمان کی آزادی کی بات کرتے ہیں تو آپ پر ضروری ہے کہ اس پر کتاب وسنت

سے دلیل پیش کریں نہ کہ کفار مما لک سے ایمپورٹیڈ جمہوریت سے۔

اسلام کے اندر حقیقی اور قابل احترام آزادی شریعت کے ساتھ منضبط اور مشروط ہے اور ہر طرح کے ضرر اور فساد و بگاڑ سے دور ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الاحزاب:۷۱]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کرلی ، بہت بڑی کامیابی۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا﴾[الاسراء:۵۳]

ترجمہ: اور میرے بندوں سے کہہ دے وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ﴾[البقرہ:۸۳]

ترجمہ: اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ پھیرنے والے تھے۔

آپ دیکھیں گے کہ پہلی آیت کے اندر مومنوں کو ایمان کے ساتھ خطاب کرنے کے بعد تقوی کا حکم دیا گیا ہے، پھر اسکے معاً بعد اچھی اور بھلی بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر اسکے بعد اصلاح عمل اور گناہوں کی بخشش

کی صورت میں تقوی اور بھلی بات کے فوائد بتلائے گئے ہیں۔

جبکہ دوسری آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اچھی اور بھلی بات کے پابند بنیں تا کہ اس سے دنیا و آخرت میں اچھے نتائج برآمد ہوں۔

اسی طرح تیسری آیت کے اندر اچھی اور عمدہ بات کہنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ عام گفتگو ہو یا دعوت دین کے میدان میں ہو۔

سوال یہ ہیکہ کیا ان مظاہروں اور اظہار رائے کی آزادی کا ان ربانی ہدایات سے کچھ بھی تعلق ہوسکتا ہے؟!

اللہ کی قسم! ان سب کے اندر اللہ اور اسکے رسولوں کے منہج سے کھلا انحراف اور انسانیت سے گری ہوئی رزالت موجود ہے۔

یقینا اللہ تعالیٰ نے قول وفعل ہر ایک کے اندر فحش گوئی اور فحش کاری اور اسی طرح ظلم وزیادتی کو سخت لفظوں میں حرام قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾[الاعراف:۳۳]

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگادو جس کو تم جانتے نہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا جمہوریت زدہ مظاہروں اور اظہار رائے کی آزادی میں مذکورہ آیات کی پابندی کی جاتی ہے؟ جن میں اللہ کا تقوی، درست اور بھلی بات کی پابندی کرنا، شیطانی عمل سے دور رہنا، ظاہر اور باطن ہر

طرح کے فواحش سے اجتناب کرنا اور ظلم و زیادتی سے دور رہنا اور بلا علم اللہ کے خلاف کچھ کہنا شامل ہے۔

یقیناً جمہوریت زدہ مظاہرے ان فضائل سے دور ہیں۔

③ اظہار رائے کی آزادی پر آپ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک واقعے سے استدلال کیا ہے جو کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی مصر کے بیٹے محمد بن عمرو نے ایک مصری کو کوڑے مارے اور کہا کہ میں بڑوں کی اولاد ہوں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصری بدوی کو قید کر دیا کہ کہیں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکایت نہ کر دے۔ ایک عرصہ کے بعد جب مصری قید سے رہا ہوا تو مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کی شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے پاس ٹھہرایا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے محمد بن عمرو کو مدینہ بلوا بھیجا۔ جب دونوں مدینہ پہنچے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مظلوم مصری کو بلوایا اور اس کے ہاتھ میں کوڑا دے کر فرمایا کہ اسے پکڑو اور بڑوں کی اولاد سے اپنا بدلہ لو۔ مصری نے کوڑا لیا اور بدلہ لینا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مار رہا تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر کوڑے پر کہتے کہ بڑے کی اولاد کو مارو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصری کو فرمایا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مارو کیونکہ بیٹا تجھے ہرگز نہ مارتا اگر اسے باپ کے اقتدار کا گھمنڈ نہ ہوتا۔ اس نے کہا! یا امیر المومنین جس نے مجھے مارا تھا میں نے اس سے بدلہ لے لیا، اب میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں مارتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تو ان کو بھی مارتا تو ہم تمہیں نہ روکتے۔ پھر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غضبناک لہجے میں فرمایا: اے عمرو! تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنانا شروع کر دیا ہے جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا ہے۔

یہ واقعہ سند اور متن دونوں اعتبار سے ضعیف ہے:

ابن عبد الحکم نے اس واقعے کو فتوح مصر ص: ۱۶۷ کے اندر ذکر کیا ہے، جس کے اندر انقطاع پایا

جاتا ہے، چنانچہ ابن عبد الحکم اور ابو عبدہ کے درمیان انقطاع ہے، کیونکہ انہوں نے کہیں بھی تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں کی ہے، اور سند کے اندر ابو عبدہ ضعیف ہے۔

حافظ ذہبی نے (میزان الاعتدال: ۴ / ۴۶۸) کے اندر کہا کہ یوسف بن عبدہ جو ثابت بنانی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں حماد بن سلمہ کے سسر ہیں، آگے کہتے ہیں کہ یہ منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح ابن حجر نے التقریب کے اندر کہا کہ یوسف بن عبدہ ازدی ساتویں طبقے کے راوی ہیں جوکہ ضعیف ہیں۔

اور جہاں تک متن کے اندر ضعف اور نکارت کا تعلق ہے تو اس واقعے کے اندر یہ وارد ہوا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو گالی دی ہے اور ان کے نسب میں طعن و تشنیع کی ہے، جبکہ یہ بہت ہی بعید اور محال ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی ایک دوسرے جلیل القدر صحابی کے ساتھ اس طرح کا سلوک کریں!

اور دوسرے یہ کہ ایک نصرانی قبطی کو آخر اسکے حق سے زیادہ کا حکم کیسے دے سکتے ہیں وہ بھی ایک مسلمان کے خلاف اور وہ بھی ایک جلیل القدر صحابی کے خلاف؟!

تیسرے یہ کہ اس واقعے کے اندر یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مارنے کا حکم دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کیا غلطی تھی، انہوں نے تو مارا بھی نہیں تھا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ [الانعام: ١٦٤] کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے عادل اور انصاف پسند خلیفہ سے بعید اور محال ہے کہ آپ ایسے شخص کو بھی بدلے میں مارنے کا حکم دیں گے جس نے بالکل نہ مارا ہو۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے تیسرے صفحے پر کہتے ہیں:

"پرامن احتجاج اور مظاہرہ اظہار رائے کی آزادی کا ایک مظہر ہے، کیونکہ اس سے قوم کے چھینے ہوئے حقوق کو واپس دلایا جاسکتا ہے اور اس پر کیئے جارہے ظلم کو روکا جاسکتا ہے، اور اسی طرح بے روزگاری، جامعات کے اندر تعلیم، اہل وطن کیلئے خوشگوار زندگی اور علاج معالجے کی ضمانت جیسے بہت سارے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے، اسی طرح رشوت اور کرپشن، قومی املاک کی بربادی اور کرپٹ نظام کو عدالت کے کٹہرے میں لایا جاسکتا ہے۔ یقینا یہ حالات وظروف کے اعتبار سے عین امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ہے"۔

❐ تعلیق: میں کہتا ہوں:

اگر آپ اسلام کے نام پر بات کر رہے ہیں تو اسلام اس طرح کی منطق نہیں جانتا اور نہ ہی علمائے اسلام نے ایسی باتیں آج تک کہی ہیں۔

سوال یہ ہیکہ آخر بلاد حرمین کے اندر قوم کے کون سے حقوق چھین لئے گئے ہیں، کہ جن کی واپسی کیلئے آپ مظاہرہ کریں گے؟!

جہاں تک میں جانتا ہوں اور یہاں کے لوگ جانتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ جیسے ممالک کی طرح مملکت سعودی عرب اپنی عوام سے لیکر پھر اسی کو ان کے اوپر خرچ نہیں کرتی بلکہ یہاں کی حکومت دیتی ہے لیتی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ دیگر ممالک اپنی عوام پر سخت اور بھاری بھرکم اور مختلف قسم کے ٹیکس لاگو کرتے ہیں، یہاں تک کہ سیلری ٹیکس بھی لیتے ہیں، مگر جہاں پر یہ ظلم نہیں ہے، وہاں بھی اپنے ایجنٹوں کے ذریعے فساد اور انارکی پھیلانا چاہتے ہیں تا کہ آپس میں مشغول ہو کر غاصب یہود یوں سے غافل ہو جائیں، اسکے لئے وہ اپنے عظیم جمہوری ہتھیار؛ یعنی مظاہروں کا استعمال کرتے ہیں، جو جان ومال اور عقل وخرد سب کو برباد کر دیتا ہے، اور یہود ونصاری کو اسکا انجام بداچھی طرح معلوم ہے، اسی لئے

وہ اسے مسلم مما لک میں رواج دیتے ہیں، اسلئے ضروری ہے کہ مسلمان اسکا ادراک کریں اور اپنے دین پر فخر کریں، اور عقائد و عبادات، سماجیات و اخلاقیات، سیاسیات و اقتصادیات ہر میدان میں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھیں کیونکہ اسی میں دنیاو آخرت ہر جگہ سعادت مندی اور کامیابی ہے۔

آپ پائیں گے کہ تنگ معیشت اور بھاری بھرکم ٹیکس کی وجہ سے امریکہ اور یورپ کے اندر لوگ سب سے زیادہ خودکشی کرتے ہیں۔ اسی طرح انہیں ملکوں کے اندر سب سے زیادہ بے روزگاری بھی پائی جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان مما لک کے اندر بدبختی اور نحوست کے ساتھ اخلاقی اور سماجی اقدار کی بھی دھجیاں خوب اڑائی جاتی ہیں، اسی طرح ان جیسے ان تمام مما لک میں شرک و کفر کے ساتھ مذکورہ تمام برائیاں پا جائیں گے جہاں شریعت کی پابندی نہیں پائی جاتی۔

ایک منصف عقلمند کو امریکہ کے حالات وظروف کی روشنی میں مملکت سعودی عرب کا موازنہ کرنا چاہئے تاکہ اسے یہاں پر موجود توحید وسنت اور رحمت الٰہی کے برکات کا اندازہ ہو جائے۔

اس ملک نے اپنی رعایا پر جو اکرام وانعام کئے ہیں ان میں سے:

ایک یہ بھی ہے کہ مملکت سعودی عرب نے پروجیکٹ برائے رہائشی ترقی **Real-Estate development fund** قائم کیا ہے تاکہ ملک کے باشندوں کیلئے رہائش بنانے میں مدد کی جائے، چنانچہ حکومت کی طرف سے رہائش بنانے کیلئے تین لاکھ ریال قرض لے سکتے ہیں جسے قسطوں میں پچیس سالوں میں بھر سکتے ہیں۔ اگر وقت پر ساری قسطوں کو بھر دے گا تو پچیس فیصد تخفیف ہو جائے گی، اگر تاخیر کیا تو پورا دینا پڑے گا۔ اور اگر ایک ساتھ جمع کر دے تو تیس فیصد تخفیف ہو جائے گی۔

اس وقت اس قرض کی مقدار کو بڑھا کر پانچ لاکھ کر دیا گیا ہے اور اب تک اس سرکاری قرض سے پورے مملکہ میں پانچ لاکھ رہائش بنائے جا چکے ہیں، اور اسکے لئے حکومت نے ڈھائی سو ارب ریال

مخصوص کر رکھی ہے۔

اسی طرح حکومت نے کاشت کاری کی فروغ کیلئے بینک قائم کی ہے جس کے ذریعے حکومت کاشتکاروں کو قسطوں پر پیسہ قرض پر دیتی ہے، اگر وقت پر کسان پیشہ ادا کر دیتا ہے تو بیس فیصد تخفیف ہو جاتی ہے۔

اسی طرح حکومت تاجروں کو بھی تعاون دیتی ہے تاکہ اشیاء خورد و نوش کی قیمتوں میں اضافہ نہ کیا جائے۔ اسلئے بلاد حرمین میں رہنے والوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں ان تمام دینی اور دنیاوی نعمتوں پر اور امن و امان نیز خوشحالی پر جنہیں اللہ نے نواز رکھا ہے، اور شاید تاریخ میں ایسی کوئی حکومت آپ کو مشکل سے ملے جو اپنی رعایا کیلئے اس قدر مالداری اور خوشحالی کیلئے کوشاں ہو۔

ہر جگہ فقراء اور مالدار، امیر اور انکے نوکر، جہلاء اور علماء، اہل خرد اور عقل سے پیدل لوگ پائے جاتے ہیں، یہ اللہ کی سنت رہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا﴾ [الاسراء:۳۰]

ترجمہ: یقیناً تیرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ﴾ [الرعد:۲۶]

ترجمہ: اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [العنكبوت:۶۲]

ترجمہ: اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ [الروم: ۳۷]

ترجمہ: اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقینا بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ [سبا: ۳۹]

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ میرا رب اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے، تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ اس کا (پورا پورا) بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾ [الشوریٰ: ۲۷]

ترجمہ: اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو یقینا وہ زمین میں سرکش ہو جاتے اور لیکن وہ ایک اندازے کے ساتھ اتارتا ہے، جتنا چاہتا ہے، یقیناوہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، یہ اسکی حکمت بالغہ ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔

اگر اسکا تنگ دست بندہ تنگ دستی پر صبر کرتا ہے تو اسکے صبر پر اللہ اسے بدلہ دیتا ہے اور اگر اسکا

مالدار بندہ اسکی نعمتوں کا شکرادا کرتا ہے اور اسکے بندوں کے حقوق کو پورا کرتا ہے تو اسے بھی بہتر بدلہ دیتا ہے، لیکن اگر تنگ دست بندہ بے صبرا ہو کر جزع فزع کرتا ہے اور مالدار بندہ اتراتا ہے اور ناشکری کرتا ہے تو اسے سزا دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾[الزخرف:۳۲]

ترجمہ: کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تا کہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور تیرے رب کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

علامہ شوکانی نے فتح القدیر: (۴ / ۶۶۲) کے اندر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''اللہ کے قول (کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟) سے مراد نبوت ہے یا عموم مراد ہے، اور استفہام انکاری ہے۔ پھر اللہ نے یہ واضح کیا ہے کہ اللہ ہی نے امور معیشت کو لوگوں کے درمیان تقسیم کیا ہے، جیسا کہ فرمایا: (ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی)، اسکی ذمہ داری مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی ہے، معیشت کی تقسیم اور فیصلہ کرنے کا ذمہ خود لیا ہے، اور جب معاملہ ایسا ہے تو پھر نبوت کے معاملے میں وہ قانع کیوں نہیں ہوتے؟ اسی لئے امام مقاتل کہتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کے ہاتھ میں رسالت کی کنجی ہے کہ وہ جسے چاہیں رسالت دے دیں''؟

اور آگے اللہ نے فرمایا: ''(اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا) یعنی دنیاوی امور میں بعض بعض سے افضل ہیں جیسے رزق، سرداری، طاقت، آزادی، عقل اور علم وغیرہ کے معاملے میں، پھر آگے اس افضلیت کی علت بھی بیان کردی ہے یہ کہہ کر کہ (تا کہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنالے)، یعنی

لوگ آپس میں ایک دوسرے کو استعمال کریں، چنانچہ جو مالدار ہے وہ غریب کو استعمال کرے، جو رئیس ہے وہ اپنے ماتحتوں کو استعمال کرے، طاقتور کمزور کو، آزاد غلام کو اور اہل دانش کم عقلوں کو استعمال کریں، عام طور سے دنیاوی امور اسی طرح انجام پاتے ہیں اور اسی میں ایک دوسرے کی مصلحتیں پوری ہوتی ہیں اور ہر ایک اپنے منزل مقصود تک پہونچتا ہے، کیونکہ سارے دنیوی پیشے ایک شخص تنہا نہیں جانتا، اسی لئے ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، اور اسی سے آپس میں رواداری اور مواسات و بھائی چارگی بھی بڑھتی ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ سعودی حکومت اپنی رعایا اور انکی بہتر معیشت کی خاطر انکا بڑا خیال رکھتی ہے، اسی لئے یہ اسلامی حکومت کے سائے میں خوشگوار زندگی گزارتے ہیں۔ طرز معیشت کے ساتھ صحت عامہ کا بھی بھرپور خیال رکھتی ہے۔ جس کیلئے ہر شہر میں اچھے اچھے ہسپتال بنوا دیئے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ جو اہل بدعت، نفس پرست اور حزبیت پسند ہوتے ہیں عام طور پر کرپشن، رشوت اور عہدے و منصب کی دھونس انہیں کے یہاں پائی جاتی ہے کیونکہ حکومت کی تعلیمات اور اسکے بتائے ہوئے اصولوں کو یہ نہیں تسلیم کرتے۔

میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جن مظاہروں کو آپ جائز کہہ رہے ہیں جن میں فساد اور تباہی کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا انکی مشروعیت پر کیا دلائل ہیں؟

اسی طرح اسلام کے اندر اظہار رائے کی آزادی کے کیا مظاہر ہیں؟

اور کیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ہر شخص کے ذمہ ہے یا اسکے لئے کچھ متعین شرائط ہیں؟

اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے ان مظاہروں کا آخر کیا تعلق ہے جنہیں کفار نے زمین میں فساد عام مچانے کیلئے ایجاد کیا ہے؟

اور اسی طرح کیا حکام کو نصیحت کرنا ہر شخص پر واجب ہے یا اسکے لئے بھی کچھ خاص افراد ہیں اور کچھ

شرائط ہیں؟

میں کہتا ہوں یہ مظاہرے اور احتجاج جو جمہوریت پسندوں کے نزدیک کچھ مزعومہ حقوق کی بازیابی کیلئے وسیلہ ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ کھلے طور پر اسلامی نصوص کے خلاف ہیں، ان میں سے چند دلائل کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ﴾ [المومنون:۷۱]

ترجمہ: اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقینا سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں، بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت لے کر آئے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ [البقرہ:۱۲]

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔سن لو! یقینا وہی تو فساد ڈالنے والے ہیں اور لیکن وہ نہیں سمجھتے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [الاعراف:۸۵]

ترجمہ: بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی۔پس ماپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ﴾ [محمد: ۲۳]

ترجمہ: پھر یقیناً تم قریب ہوا گر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کردو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔ پس انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں اندھی کردیں۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [البقرہ: ۲۰۵]

ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جس کی بات دنیا کی زندگی کے بارے میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اس پر گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب واپس جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

مذکورہ تمام شرعی نصوص کی مخالفت مظاہروں میں پائی جاتی ہے؛ بلکہ یہ منکر اور فساد کی سب سے بری قسموں میں سے ہے، اسی لئے اعدائے اسلام اسے خوشنما بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور ان شاء اللہ آگے اس کے رد میں احادیث بھی پیش کی جائیں گی۔

❍❍❍❍

دکتور سعود الفنیسان آگے تیسرے اور چوتھے صفحے پر کہتے ہیں:

”تیسرا وقفہ: مسلم حکام کی اطاعت کا مسئلہ:

عادل حاکم کی اطاعت:

صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے کہ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اور سنن ابی داود کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَالْجَافِي عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ " . [سنن ابی داود: ۴۸۴۳]

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معمر اور سن رسیدہ مسلمان کی اور حافظ قرآن کی جو نہ اس میں غلو کرنے والا ہو اور نہ اس سے دور پڑ جانے والا ہو، اور عادل بادشاہ کی عزت وتکریم دراصل اللہ کے اجلال وتکریم ہی کا ایک حصہ ہے۔

صحیح مسلم کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقُلْنَا حَدِّثْنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُ اللَّهُ بِهِ، سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَبَايَعْنَاهُ، فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: "أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، قَالَ: إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ". [صحیح مسلم: ۱۷۰۹]

ترجمہ: جنادہ بن امیہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ ہم نے کہا: بیان کرو ہم سے (اللہ تعالیٰ تم کو اچھا کرے)۔ ایسی کوئی حدیث ہے جس سے اللہ فائدے دے اور جس کو تم نے سنا ہو رسول اللہ ﷺ سے۔ انہوں نے کہا ہم کو بلایا رسول اللہ ﷺ نے، ہم نے آپ سے بیعت کی اور

آپ نے جو عہد لیے ان میں یہ بھی بتایا کہ ہم بیعت کرتے ہیں بات سننے اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور ہماری حق تلفیاں ہونے میں اور ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی خلافت میں جو اس کے لائق ہو" مگر جب کھلا کفر دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس حجت ہو۔"

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ"۔ [صحیح مسلم: ۱۸۳۹]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان پر سننا اور ماننا واجب ہے (حاکم کی بات کا) خواہ اس کو پسند ہو یا نہ ہو مگر جب حکم کیا جائے گناہ کا تو نہ سننا چاہیئے نہ ماننا چاہیئے۔"

ان نصوص کی روشنی میں ایک عادل حاکم کی اطاعت واجب ہے اگر وہ معروف اور اطاعت کے کاموں کا حکم کرے لیکن اگر معصیت کے کاموں کا حکم کرے تو ایسی صورت میں اسکی اطاعت واجب نہیں ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ: "لاَ طاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الخالِقِ"۔ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے"۔ [صحیح البخاری: ۷۲۵۷، صحیح مسلم: ۱۸۴۰]

☐ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں، اسی طرح ترجیحی صورت میں یعنی ہر حالت میں اطاعت کی جائے گی۔

جنادہ بن امیہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ ہم نے کہا: بیان کرو ہم سے (اللہ تعالیٰ تم کو اچھا کرے)۔ ایسی کوئی حدیث ہے جس سے اللہ فائدے دے دے اور جس کو تم نے سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ انہوں نے کہا ہم کو بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ نے جو عہد لیے ان میں یہ بھی بتایا کہ ہم بیعت کرتے ہیں بات سننے اور اطاعت کرنے

پرخوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور ہماری حق تلفیاں ہونے میں اور ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی خلافت میں جو اس کے لائق ہو" مگر جب کھلا کفر دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس حجت ہو"۔ [صحیح مسلم:۱۷۰۹]

اس اطاعت کا واجبی تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان ایک مسلم حاکم کی اطاعت ہر حالت میں کرے سوائے ایک حالت کے، اور وہ کفر صریح کی حالت ہے جس کا ارتکاب حاکم وقت علی الاعلان کرے، اس کے علاوہ تمام صورتوں میں اسکی اطاعت واجب ہے۔

اسی کے قریب قریب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "عَلَيْكَ السَّمْعَ وَالطَّاعَةَ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ، وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ".[صحیح مسلم:۱۸۳۶]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تجھ پر لازم ہے سننا اور اطاعت کرنا (حاکم کی بات کا) تکلیف اور راحت میں، خوشی اور رنج میں اور جس وقت تیرا حق اور کسی کو دیں۔

[یعنی اگرچہ حاکم تمہاری حق تلفی بھی کرے اور جو شخص تم سے کم حق رکھتا ہو اس کو تمہارے اوپر مقدم کرے، تب بھی صبر اور اطاعت کرنی چاہیئے اور فساد کرنا اور فتنہ پھیلانا منع ہے۔ نووی رحمہ اللہ نے کہا: یہ اطاعت اسی صورت میں ہے جب حاکم کا حکم خلاف شرع نہ ہو اور اگر شرع کے خلاف ہو تو اطاعت نہ کرے]۔

② عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ تَكْثُرُ، قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا، قَالَ: فُوابِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ"۔[صحیح مسلم:۱۸۴۲]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل کی حکومت پیغمبر کیا کرتے تھے جب ایک پیغمبر مرتا تو دوسرا پیغمبر اس کی جگہ ہو جاتا میرے بعد تو کوئی پیغمبر نہیں

ہے بلکہ خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا، پھر آپ ہم کو کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس سے پہلے بیعت کرلو اسی کی بیعت پوری کرو اور ان کا حق ادا کرو اللہ ان سے سمجھ لے گا جو اس نے ان کو دیا ہے۔"

③ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذَلِكَ؟، قَالَ: تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ". [صحیح مسلم:۱۸۴۳]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد حق تلفی ہو گی اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا جانو گے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر ایسے وقت میں جو رہے اس کو آپ کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس پروردگار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم تم کو دے دے)۔

④ عَن أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ :"أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَلَا بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا؟، فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ". [صحیح مسلم:۱۸۴۵]

ترجمہ: سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سے ایک انصاری نے علیحدہ ہو کر کہا مجھ کو حاکم کر دیجئے جیسے آپ نے فلاں شخص کو حکومت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد تمہاری حق تلفی ہو گی تو صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملو حوض کوثر پر۔"

اس پر امام نووی نے یہ باب باندھا ہے:

باب الْأَمْرِ بِالصَّبْرِ عِنْدَ ظُلْمِ الْوُلَاةِ وَاسْتِئْثَارِهِمْ: باب: حاکموں کے ظلم اور بے جا

ترجیح پر صبر کرنے کا بیان۔

⑤ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيُّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُونَا حَقَّنَا فَمَا تَأْمُرُنَا؟، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ سَأَلَهُ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ؟، ثُمَّ سَأَلَهُ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَجَذَبَهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، وَقَالَ: "اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ"۔ [صحیح مسلم:۱۸۴۶]

ترجمہ: علقمہ بن وائل حضرمی سے روایت ہے، انہوں نے سنا اپنے باپ سے کہا کہ سلمیٰ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا نبی اللہ! اگر ہمارے امیر ایسے مقرر ہوں جو اپنا حق ہم سے طلب کریں اور ہمارا حق نہ دیں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب نہ دیا پھر پوچھا: جواب نہ دیا۔ پھر پوچھا تو اشعث بن قیس نے سلمہ رضی اللہ عنہ کو گھسیٹا اور کہا: ”سنو اور اطاعت کرو ان پر ان کے عملوں کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارے اعمال کا۔“

ایک دوسری سند کے ساتھ امام مسلم نے اضافہ کرتے ہوئے یہ روایت نقل کی ہے:

فَجَذَبَهُ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ". [صحیح مسلم:۱۸۴۶]

ترجمہ: اس میں یہ ہے کہ انہیں اشعث بن قیس نے اپنی طرف کھینچ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سنو اور اطاعت کرو ان کے عمل ان کے ساتھ ہیں اور تمہارے عمل تمہارے ساتھ ہوں گے۔“

اور امام نووی نے اس پر یہ باب باندھا ہے:

باب فِي طَاعَةِ الأُمَرَاءِ وَإِنْ مَنَعُوا الْحُقُوقَ: باب: امرا کی اطاعت کرنے کا حکم اگرچہ وہ حق تلفی ہی کریں۔

ان احادیث پر غور کریں کہ رسول اکرم ﷺ نے کس طرح فتنوں کے ہر دروازے کو بند کردیا ہے۔آپ ﷺ نے فتنوں کی پیشین گوئی بھی فرمائی اورانہیں فتنوں میں حکام کے جوروظلم اورترجیحات کی کہانی بھی بتلائی اورایسے حالات میں صبر وتحمل کی تلقین بھی کی ہے،حقوق کے مطالبے کی خاطرخروج و بغاوت اورمظاہروں کی تعلیم نہیں دی ہے،جس طرح آج کے یہود ونصاری اورانکے جمہوریت زدہ پیروکارکرتے ہیں اوراس طریقے پر چلنے والے اظہاررائے کی آزادی اورجمہوریت کے نام پرتمام فتنہ پروراورفساد کے خوگرکرتے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بلاخوف وملامت حق بات کہنے کی تلقین کی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ایمپورٹیڈ جمہوریت،مظاہرات اورفتنہ وفساد جیسے باطل تحریکات کاداعی بنیں۔

ہمارا کام یہ ہیکہ ہم تمام مسلمانوں اورانکے حکام کو اللہ کی عظمت اوراسکی اطاعت کی یاددہانی کرائیں اوریہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہرایک کا حساب لے گا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾[الانبیاء:۴۷]

ترجمہ:اورہم قیامت کے دن ایسے ترازورکھیں گے جوعین انصاف ہوں گے،پھرکسی شخص پرکچھ ظلم نہ کیاجائے گااوراگررائی کے ایک دانہ کے برابرعمل ہوگا توہم اسے لےآئیں گےاورہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

مزیدارشادباری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾[الزلزال:۷]

ترجمہ: پس جس نے ذرہ برابرنیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا،اورجس نے ذرہ برابربرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

مزید ہم انہیں کتاب وسنت کی پیروی کرنے،لوگوں کے ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آنے کی بھی دعوت دیں گے،عدل وانصاف اور فکر آخرت کی طرف بلائیں گے،جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، ـوَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ ـ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا". [صحیح مسلم:۱۸۲۷]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو لوگ انصاف کرتے ہیں وہ اللہ عزوجل کے پاس منبروں پر ہوں گے پروردگار کے داہنی طرف اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں (یعنی بائیں ہاتھ میں جو داہنے سے قوت کم ہوتی ہے یہ بات اللہ تعالیٰ میں نہیں کیونکہ وہ ہر عیب سے پاک ہے) اور یہ انصاف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو حکم کرتے وقت انصاف کرتے ہیں اور اپنے بال بچوں اور عزیزوں میں انصاف کرتے ہیں اور جو کام ان کو دیا جائے اس میں انصاف کرتے ہیں۔"

اسی طرح ہم یہ بھی یاد دلائیں کہ انصاف کرنے والے حاکم قیامت کے روز عرش کے سائے میں ہوں گے،جیسا کہ ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے۔چنانچہ وہ اللہ کے عذاب سے بچتے ہوئے رعایا کے ساتھ انصاف سے کام لیں۔جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ: عَادَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ الْمُزَنِيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، قَالَ مَعْقِلٌ : إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللَّهُ، رَعِيَّةً يَمُوتُ، يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ". [صحیح مسلم:۱۴۲]

ترجمہ: حسن سے روایت ہے، عبید اللہ بن زیاد، سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کو آیا جس بیماری میں وہ مر گئے تو سیدنا معقل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اگر میں جانتا کہ ابھی زندہ رہوں گا تو تجھ سے بیان نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: "کوئی بندہ ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ رعیت دے پھر وہ مرے اس حالت میں کہ وہ خیانت کرتا ہوا اپنی رعیت کے حقوق میں مگر اللہ حرام کر دے گا اس پر جنت کو"۔

اسی حدیث میں ایک دوسری سند سے مروی ہے: ”مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ، إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ“۔[صحیح مسلم:۱۴۲]

ترجمہ: جو حاکم ہو مسلمانوں کا پھر ان کی بھلائی میں کوشش نہ کرے اور خالص نیت سے ان کی بہتری نہ چاہے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہ جائے گا۔" (بلکہ پیچھے رہ جائے گا اور اپنی ناانصافی کا عذاب بھگتے گا)۔

یہاں دکتور سعود الفنیسان پر چند اور ملاحظات درج کئے جا رہے ہیں:

① ہم یہی کہیں گے کہ دکتور سعود الفنیسان نے عبادہ بن صامت اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں سے استفادہ کما حقہ نہیں کیا جس میں یہ وارد ہوا ہے:

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقُلْنَا حَدِّثْنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُ اللَّهُ بِهِ، سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَبَايَعْنَاهُ، فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا، "أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، قَالَ: إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ". [صحیح مسلم:۱۷۰۹]

ترجمہ: جنادہ بن امیہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بیمار

تھے۔ ہم نے کہا: بیان کرو ہم سے (اللہ تعالیٰ تم کو اچھا کرے)۔ ایسی کوئی حدیث ہے جس سے اللہ فائدے دے اور جس کو تم نے سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ انہوں نے کہا ہم کو بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ نے جو عہد لیے ان میں یہ بھی بتایا کہ ہم بیعت کرتے ہیں بات سننے اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور ہماری حق تلفیاں ہونے میں اور ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی خلافت میں جو اس کے لائق ہو" مگر جب کھلا کفر دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس حجت ہو۔"

یہ بیعت جس کا ذکر اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے تمام حالتوں میں ہر مسلمان پر واجب ہے سوائے کفر صریح کے ارتکاب کی حالت کے۔

اس میں غیر عادل حاکم کا بھی ذکر کیا گیا ہے کیونکہ عادل حاکم کسی کو کسی پر ترجیح نہیں دیتا اور نہ ہی ناحق کسی کا حق مارتا ہے، بلکہ یہ غیر منصف اور ظالم ہی کرتا ہے، اس کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی اطاعت کو واجب کیا ہے جب تک وہ نماز قائم کرے اور کفر صریح کا علی الاعلان ارتکاب نہ کرے۔

اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو جہاد کی راہ میں، مشکل حالات میں اور دوسروں کی ضرورت پوری کرنے میں مال خرچ کرنے پر ابھارتے تھے، اس لئے رعایا کو حکومت پر کلی اعتماد کرنے کے بجائے ضرورت ہے محنت کرنے اور دوسروں کی ضرورت میں ہاتھ بٹانے کی۔

② دکتور سعود الفنیسان نے عبادہ بن صامت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں سے عجیب مسئلہ استدلال کیا ہے اور وہ یہ کہ اطاعت صرف عادل حاکم کی واجب ہے۔ جبکہ یہ حدیثیں عادل اور غیر عادل دونوں طرح کے حکام کو شامل ہیں بشرطیکہ وہ اسلام کے دائرے میں ہوں۔

اگر ایسے ہی دکتور سعود الفنیسان کی طرح شرعی نصوص سے استدلال کیا جائے گا تو پھر ان نصوص کا کیا بنے گا!

③ ان کے علاوہ بھی کئی احادیث ایسی ہیں جن میں ظالم حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، انہیں میں یہ حدیث بھی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذَلِكَ؟ قَالَ: تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ". [صحیح مسلم:۱۸۴۳]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد حق تلفی ہو گی اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا جانو گے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر ایسے وقت میں جو رہے اس کو آپ کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس پروردگار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم تم کو دے دے)۔

لہذا جو مسلمان حاکم ہوتا ہے اسکی اطاعت واجب ہے گرچہ وہ ظالم ہو، اس منہج کی مخالفت سوائے خوارج اور یہود ونصاری کی سیاست اور مغربی جمہوریت کے دلدادوں کے کوئی نہیں کرتا ہے، یہود ونصاری تو چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے اپنے دین کے اندر تحریف کی ہے اسی طرح دین اسلام کے اندر بھی تحریف کر دی جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [البقرہ:۱۲۰]

ترجمہ: اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔ کہہ دے بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اگر تو نے ان کی خواہشات کی

پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو تیرے لیے اللہ سے (چھڑانے میں) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝ إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا﴾ [الاسراء:۷۵]

ترجمہ: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا تو بلا شبہ یقیناً تو قریب تھا کہ کچھ تھوڑا سا ان کی طرف مائل ہو جاتا۔ اس وقت ہم ضرور تجھے زندگی کے دگنے اور موت کے دگنے (عذاب) کا مزہ چکھاتے، پھر تو اپنے لیے ہمارے خلاف کوئی مددگار نہ پاتا۔

اسلئے ہم مسلمانوں کو اعدائے اسلام کے پیچھے چلنے سے آگاہ رہنا چاہئے۔

❍❍❍❍

○ دکتور سعود الفنیسان آگے چوتھے صفحے پر کہتے ہیں:

”اور اللہ تعالی نے مسلم حاکم کی اطاعت کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾[النساء:٥٩]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

آیت کے اندر قابل غور امر یہ ہیکہ فعل (أطیعوا) کو اولو الامر کے حق میں مکرر ذکر نہیں کیا گیا بلکہ صرف عطف پر اکتفا کیا گیا ہے، جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حاکم کی اطاعت مطلق طور پر واجب نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی بھی حکم اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے تابع ہوگا“۔

❑ تعلیق: میں کہتا ہوں:

موصوف کا یہ کہنا کہ (حاکم کی اطاعت مطلق طور پر واجب نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی بھی حکم اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے تابع ہوگا) اس پر چند ملاحظات ہیں:

① موصوف کے کلام سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نص شرعی کی عدم موجودگی میں بھی حاکم اپنے اجتہاد سے رعایا کی مصلحت میں کچھ نہیں کرسکتا۔ جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم کو اجتہاد کرنے کی اجازت دی ہے، بلکہ یہ واضح بھی کر دیا ہے کہ اگر اجتہاد کرنے میں درست بات کہی ہے تو اسے دوہرا اجر ملے گا اور اگر غلطی کرے تو ایک اجر ملے گا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس وقت تک جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہ

دے۔اسی لئے حاکم رعایا اور ملک کی مصلحت میں اجتہاد کرسکتا ہے بایں طور کہ کسی شرعی نص کی مخالفت نہ ہو، اور ایسی صورت میں وہ اجر کا بھی مستحق ہوگا۔اور یہ اجتہاد حاکم کے ساتھ علمائے امت کیلئے بھی اسی طرح جائز ہے۔

② ایک بہت ہی اہم بات جس پر علمائے اہل سنت والجماعہ متفق ہیں، بلکہ پوری تاریخ اسلام میں جس کی مخالفت کسی عالم ربانی نے نہیں کی ہے وہ یہ ہیکہ ظالم حاکم کی اطاعت واجب ہے اس کے خلاف خروج و بغاوت جائز نہیں ہے، آخر اس اہم موضوع کو دکتور نے کیوں ذکر نہیں کیا خاص طور پر موجودہ پرفتن دور کے پس منظر میں؟!

③ علمائے کرام اور دانشوران قوم پر واجب ہے کہ وہ بلاد حرمین میں توحید و اسلام اور امن و امان کی نعمت کی محافظت کریں۔اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ بلاد توحید کتاب وسنت کی تنفیذ میں دوسرے تمام ممالک سے ممتاز ہے، یہاں کے مدارس و مساجد اور محاکم میں کتاب وسنت، منہج سلف اور توحید کا دور دورہ ہے۔

④ کبیرہ گناہوں سے معصوم صرف انبیاء ورسل ہی ہیں۔اور جہاں تک حکام اور علماء اور دیگر امت کا تعلق ہے تو یہ سب غیر معصوم ہیں، کبیرہ اور صغیرہ تمام گناہوں کے ارتکاب کا خدشہ ہے ساتھ ہی واجبات میں کوتاہی کا بھی امکان ہے، چنانچہ اگر حکام کی طرف سے کوئی کوتاہی ہوجائے یا کسی غلطی کا ارتکاب ہوجائے تو ایسی صورت میں حکمت و موعظت کے ساتھ نصیحت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اس غلطی کی نہ تو تشہیر کی جائے گی اور نہ ہی اسے لیکر عوام کو بھڑکایا جائے گا اور نہ ہی مظاہرہ کیا جائے گا، اور نہ ہی یہودیت زدہ جمہوریت کے نام پر بیانات صادر کئے جائیں گے، کیونکہ ان ساری چیزوں کا دین حنیف سے کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے؛ اسلئے کہ ان امور سے سوائے فتنوں اور بھیانک نتائج کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں جہاں تک حکمت و موعظت کے ساتھ نصیحت اور خیر خواہی کی بات ہے تو اسلام اس کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: "الدِّينُ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ". [صحیح مسلم:٥٥]

ترجمہ: سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دین خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے۔" ہم نے کہا: کس کی خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور مسلمانوں کے حاکموں کی اور سب مسلمانوں کی۔"

اور ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ''إِنَّ اللَّهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلَاثًا يَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا، وَأَنْ تَنَاصَحُوا مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ أَمْرَكُمْ، وَيَسْخَطُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ"۔ [مسند احمد: ۲/۳۶۷]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ خوش ہوتا ہے تین باتوں پر اور ناراض ہوتا ہے تین باتوں پر، خوش ہوتا ہے اس سے جو تم شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی کو، پکڑے رہو اللہ کی رسی کو یعنی قرآن کو) اور نصیب کرو اپنے حکم کو یعنی نیک باتیں اسے بتلاؤ اور بری باتوں سے بچاؤ اور ناراض ہوتا ہے۔ بہت باتیں کرنے سے اور مال تلف کرنے سے یعنی بے جا خرچ کرنے سے اور بہت سوال کرنے سے۔

اس حدیث سے درج ذیل فوائد مستنبط ہوتے ہیں:

① مطلوبہ طریقے سے اللہ کی عبادت کرنا واجب ہے۔

② شرک کی صغیرہ اور کبیرہ تمام قسموں سے دور رہنا۔

③ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا، اور وہ اسلام ہے جسے کتاب وسنت کی شکل میں محمد ﷺ لیکر آئے ہیں۔

④ اختلاف وانتشار سے دور ہو کر حق پر مسلمانوں کا متحد ہونا۔

⑤ مسلم حکام کو نصیحت کرنا اور حق اور نیکی کی بنیاد پر انکا تعاون کرنا۔

⑥ قیل وقال کی حرمت۔

⑦ مخلوق سے ایسی چیز مانگنے کی حرمت جس پر وہ قادر نہ ہوں۔

⑧ مال ضائع کرنے کی حرمت۔

ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عن عِيَاض بُن غَنْمٍ، قال سمعت رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْصَحَ لِسُلْطَانٍ بِأَمْرٍ فَلَا يُبْدِ لَهُ عَلَانِيَةً وَلَكِنْ لِيَأْخُذْ بِيَدِهِ فَيَخْلُوَ بِهِ فَإِنْ قَبِلَ مِنْهُ فَذَاكَ وَإِلَّا كَانَ قَدْ أَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ لَهُ". [مسند احمد:۳/۴۰۳]

ترجمہ: سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی معاملے میں بادشاہ کی نصیحت کرنا چاہے تو سب کے سامنے نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے خلوت میں لے جائے اگر بادشاہ اس کی نصیحت کو قبول کرلے تو بہت اچھا ورنہ اس کی ذمہ داری پوری ہوگئی۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان احادیث نبویہ سے عقائد واخلاق کے باب میں استفادہ کریں چنانچہ برے اخلاق اور غلط افکار ونظریات سے دور رہیں اور عادات وسیاست اور آداب واطوار میں اعدائے اسلام کی تقلید کرنے سے باز رہیں۔

اور علمائے امت پر واجب ہے کہ وہ مذکورہ احادیث کی روشنی میں حکام کو نصیحت کریں کیونکہ یہی لوگ ان تک بسہولت پہونچ سکتے ہیں اور حکام انہیں کی حکمت اور وموعظت پر مبنی باتوں کو سن سکتے ہیں۔

طلبہ اور عام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ علمائے ربانیین کا احترام کریں کیونکہ یہی انبیاء کے وارث ہیں اور اپنے مسائل میں انہیں کی طرف رجوع کریں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل:۴۳] سو ذکر

والوں سے پوچھلو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾[النساء:۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے چوتھے صفحے پر کہتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (اگر تم کسی بھی چیز میں اختلاف کر بیٹھو)۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اختلاف اور تنازعہ کبھی حاکم اور رعایا کے درمیان ہوسکتا ہے اور کبھی رعایا کے اندر بعض افراد کے درمیان تو ان دونوں صورتوں میں فیصلہ اللہ اور اسکے رسول کے پاس ہوگا یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں۔ اور اولو الامر سے مراد ایک قول کے مطابق امراء نہیں علماء ہیں، ایسی صورت میں عوام الناس کیلئے جائز ہوگا کہ وہ بعض امور میں حکام سے جھگڑ سکتے ہیں مگر علمائے مجتہدین سے نہیں۔ بلکہ دینی احکام میں لوگ انکی طرف رجوع کریں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ۴۳] سو ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم شروع سے نہیں جانتے"۔

❐ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① موصوف کا یہ کہنا کہ اختلاف اور تنازعہ کبھی حاکم اور رعایا کے درمیان ہوسکتا ہے۔ یہ بہت عجیب لگ رہا ہے۔ کیونکہ موصوف نے تنازعہ کو حاکم اور رعایا کے درمیان یا رعایا کے بعض افراد کے درمیان خاص کر دیا ہے، جبکہ اختلاف فروعی مسائل میں علماء کے درمیان بھی پیدا ہوتے ہیں، اور اصولی مسائل میں فرقوں کے درمیان، دنیاوی معاملات میں عوام الناس اور قبائل کے درمیان، ان تمام صورتوں میں سب کو حکم ہے کہ وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں۔ مگر دکتور کا یہ کہنا کہ اختلاف اور تنازعہ کبھی حاکم اور رعایا کے درمیان ہوسکتا ہے۔ یا رعایا کے بعض افراد کے درمیان، یہ بہت عجیب لگ رہا ہے کئی جہات سے:

الف: موصوف نے آیت کے عموم اور اسکے اصل مقصد کا دھیان نہیں دیا۔

ب: رعایا یا بعض افراد کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حاکم سے اس کے منصب کے تعلق سے جھگڑا کریں، جیسا کہ مذکورہ احادیث میں وارد ہوا ہے گرچہ وہ حاکم ظالم ہو، جیسا کہ سلف کا منہج ہے۔

ج: اگر حاکم وقت کسی دینی مسئلے میں غلطی کر دے تو ایسی صورت میں علماء کو حق ہے کہ وہ اسے نصیحت

کریں، اگر یہ ذمیداری صرف عالم نبھادے تو کافی ہے، اگر وہ غلطی سے رجوع کرلے تو بہتر ہے بصورت دیگر صبر سے کام لیا جائے گا۔ اور صبر میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت پائی جاتی ہے اور اسی میں حکمت و مصلحت مضمر ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے پانچویں صفحے پر کہتے ہیں:

"حاکم اور رعایا کے درمیان اکثر قانون سازی کو لیکر تنازعہ کھڑا ہوتا ہے، حاکم کسی چیز کو جائز اور مصلحت سمجھتا ہے جبکہ علماء اسے ایسا نہیں سمجھتے۔

طوفی حنبلی اپنی کتاب (الاشارات الالھیہ الی المباحث الاصولیہ: ۲/ ۲۸) کے اندر کہتے ہیں کہ اس آیت کے اندر حکم عام ہے مگر اس صورت میں خاص ہے جب لوگ بدعت اور معصیت کی طرف دعوت دیں ایسی صورت میں ان کی بات سننا جائز نہیں ہے۔ اسی لئے بہت سارے ائمہ سلف نے خلفاء کے منکر اور بدعات کو ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور یہی ائمہ سلف ہمارے لئے قدوہ ہیں اور آیت انہیں کیلئے حجت ہے"۔

❐ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① میں نہیں جانتا کہ موصوف کہاں کے حاکم اور رعایا کی بات کر رہے ہیں، اور کس ملک کے علماء کی بات کر رہے ہیں کہ جہاں پر تنازعہ ان کے درمیان صرف مباح اور مصالح مرسلہ کے تعلق کی سے ہوتا ہے؟!

اسلئے بہتر ہے کہ جتنے زیادہ داعی ہیں انہیں سب سے پہلے انبیاء ورسل کی دعوت کو جاننا چاہیئے بطور خاص آخری پیغمبر محمد ﷺ کی دعوت کو جنہوں نے لوگوں کو توحید کی طرف بلایا اور شرک سے روکا، اس وقت اکثر مما لک میں بلکہ تقریبا ہر جگہ بدعات وخرافات اور شرک وکفر کا دور دورہ ہے، کتاب وسنت کے مخالف عقائد رائج ہیں، آخر یہ سیاسی داعی بطور خاص تبلیغی اور اخوانی کہاں ہیں، ان سنگین امور اور منکرات پر

خاموش کیوں ہیں، بلکہ ہم تو یہی دیکھ رہے ہیں کہ ان تنظیموں میں اکثر یہی گمراہ اور مشرک لوگ جڑے ہوئے ہیں؟!

بہر حال ایسے پرفتن دور میں جس ملک کے حکام کتاب وسنت پر قائم ہوں گے جیسے کہ بلاد حرمین، اور مصالح مرسلہ کے تحت کچھ ایسے نظام اور قانون بنا دیں جو علماء کی نظر میں غلط ہوں تو ایسی صورت میں وہی انہیں نصیحت کرنے کے اہل ہوں گے، ایسے امور میں عوام الناس دور رہیں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

پتہ چلا کہ سنگین مسائل میں علمائے ربانیین ہی حق و باطل اور مصالح ومفاسد کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں، عوام الناس کے دخل دینے سے فتنہ وفساد اور قتل وخونریزی کا خدشہ ہوتا ہے اور جس میں اعدائے اسلام کی خواہش پوری ہوتی ہے۔

② طوفی کا کلام معقول اور مناسب ہے بایں طور کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نقل نہیں کی ہے جس سے معلوم ہو کہ حاکم اور رعایا کے درمیان وہ کسی قسم کا ٹکراؤ چاہتے ہوں، اور یہ تو برحق ہے کہ حکام اگر معصیت یا بدعت کا حکم دیں گے تو ان کی اطاعت نہیں ہوگی جیسا کہ امام احمد اور دوسرے ائمہ اہل سنت والجماعہ کو خلفائے عباسہ کی طرف سے جب خلق قرآن کی طرف بلایا گیا تو سب نے انکار کر دیا اور اس بدعت کا اقرار نہیں کیا۔

اس وقت عوام کا رجحان انہیں ائمہ دین کی طرف تھا سوائے گمراہ جہمیہ اور معتزلہ کے، ائمہ اہل سنت والجماعہ اور بالخصوص امام احمد کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں مگر پھر بھی ان تمام سختیوں کے باوجود ائمہ دین نے نہ تو مظاہروں کی دعوت دی اور نہ ہی حکومت کے خلاف خروج و بغاوت پر لوگوں کو ابھارا، بلکہ ایسے ماحول میں صبر کو لازم پکڑا، صرف اسی لئے کہ خروج و بغاوت اور مظاہروں کا انجام قتل وخونریزی اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور یقیناً علمائے ربانیین اسی طرح ہوتے ہیں جو ہر زمانے میں عوام الناس کو صحیح راستے ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

سوال یہ ہیکہ موصوف نے نوجوانوں کو ان ائمہ دین کی راہ پر چلنے کی دعوت کیوں نہیں دی جو ظالم حکمرانوں کے ظلم پر صبر کی تلقین کرتے ہیں؟

آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے صبر ہی کے نتیجے میں دنیا ہی کے اندر ائمہ اہل سنت والجماعہ کو عزت بخشی اور جہمیہ ومعتزلہ جیسے اہل بدعت کو ذلیل کیا، اور دوبارہ اہل سنت والجماعہ کس علم پورے عالم اسلام میں بلند ہو گیا۔

اس لئے ضروری ہے کہ فتنوں کے دور میں دعاۃ انہیں ائمہ دین کے منہج پر چلیں اور حکام کو نصیحت کرنے میں اسی طریقے اور منہج کو اپنائیں، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ بلاد حرمین اور یہاں کی عوام کو کتاب وسنت پر قائم رکھے اور یہاں کے حکام کو نیک اور صالح مشیروں سے نوازے جو انہیں بھلائی کا مشورہ دیں اور برائی سے دور رکھیں، اللہ ہم سب کو عقیدہ، منہج، اخلاق اور سیاست ہر میدان میں کتاب وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے پانچویں اور چھٹے صفحے پر کہتے ہیں:

”پانچواں وقفہ:

کیا حاکم کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ مباحات کے باب میں کسی چیز کا حکم دے یا روکے؟

یعنی مباحات کے باب میں اگر حاکم کسی چیز کا حکم دے یا روکے تو کیا رعایا پر واجب ہوگا کہ اس کی بات مانے، مثلاً وہ کسی خاص جانور کے گوشت کھانے سے روکے، مچھلی کھانے کا حکم دے اور مرغی سے روکے، گائے کھانے کا حکم دے اور بکری سے روکے، ہوائی جہاز سے سفر کرنے کا حکم دے اور ٹرین کے سفر سے روکے، یا کسی متعین لباس کا حکم دے جیسے عقال اور شماغ، یا وہ سیاسی امور میں بات کرنے سے روکے، بھیڑ اکٹھا کرنے اور پرامن احتجاج کرنے سے منع کرے جس میں کہ کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ وہ کسی حق کے مطالبے یا کسی ظلم کے خلاف ہوتا ہے، شریعت میں یہ تمام امور مباح ہیں کیونکہ شریعت ان سب پر خاموش ہے، اور یہ سارے امور شریعت کے قاعدے (براءت اصلیہ) کے مطابق بھی ہیں، کہ جب تک امر یا نہی کی کوئی دلیل نہ ہو وہ چیز اصلا مباح ہوتی ہے“۔

□ تعلیق: میں کہتا ہوں:

● پہلا:

سیاسی امور میں گفتگو جب جاہل، ہوا پرست، فتنہ پرور اور حزبیت پسند لوگ کرنے لگتے ہیں تو اس سے امت کو کافی نقصان ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء:۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ

اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

پتہ چلا کہ سیاسی امور میں گفتگو کرنے اور درپیش مسائل کو حل کرنے میں حکام دیدہ حکام اور اہل حل و عقد علماء اور دانشوران قوم ہی آگے آئیں گے، جو معاملات کی سنگینی اور انکے نتائج کو بخوبی سمجھتے ہیں۔

● **دوسرا:**

مظاہرات اعدائے اسلام یہود ونصاری کی طرف سے سب سے خطرناک ایجادات میں سے ہے کیونکہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کو سیاسی، عقدی اور سماجی ہر اعتبار سے بھیانک نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسی لئے امریکہ مسلم ممالک میں سیاسی ابتری پیدا کرنے کیلئے مظاہرہ اور احتجاج کے نام پر اربوں ڈالر خرچ کرتا ہے۔ اور مظاہرین کی حفاظت کے لئے باقاعدہ فوج بھیجتا ہے۔

کیا اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کیلئے امریکہ جیسے دشمن ملک اس طرح کے کام کر سکتے ہیں؟!

اس لئے جو یہ کہے کہ مظاہرے پرامن ہوتے ہیں وہ ہٹ دھرم ہے، وہ دراصل مغفل نوجوانوں کو بیوقوف بنا کر اپنے سیاسی مقاصد میں انہیں استعمال کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ مظاہرہ کہیں بھی ہو امریکہ میں ہو یورپ میں ہو یا کسی اور ملک میں ہر جگہ فساد اور املاک کی تباہی ہوتی ہے، بلکہ خوف و دہشت اور قتل وخونریزی تک عام ہو جاتی ہے جن سے دین اسلام سختی سے روکتا ہے اور انہیں حرام کہتا ہے:

① اللہ تعالیٰ فساد فی الارض کی کسی بھی نوعیت کو پسند نہیں کرتا، دیکھیں سورہ بقرہ: ۲۰۵، سورہ مائدہ: ۶۴ اور سورہ اعراف: ۵۴۔

② یہ اس صبر کے منافی ہے جس کا حکم شارع نے ہمیں دیا ہے کہ حکمرانوں کے ظلم پر صبر کرو، اور

جسے تمام اہل سنت والجماعہ نے تسلیم کیا ہے، سوائے خوارج اور معتزلہ کے جو ظالم حکام کے خلاف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نام پر خروج وبغاوت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

③ اس کے اندر ہر طرف سے نقصان پایا جاتا ہے، آدمی اپنا بھی نقصان کرتا ہے اور دوسروں کیلئے بھی مضر ثابت ہوتا ہے، جبکہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى أَنْ: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ".

ترجمہ: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا: "کسی کو نقصان پہنچانا جائز نہیں نہ اپنا نہ دوسرے کا"۔ [ابن ماجہ: ۲۳۴۲]

④ جن فتنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے ان میں یہ مظاہرے اولین درجے میں داخل ہوں گے۔ مثال کے طور پر یہ حدیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: "بَادِرُوا بِالأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا، وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا، وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا". [صحیح مسلم: ۱۱۸]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جلدی جلدی نیک کام کرلو ان فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے، صبح کو آدمی ایماندار ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو ایماندار ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا اور اپنے دین کو بیچ ڈالے گا دنیا کے مال کے بدلے"۔

اسی طرح یہ لمبی حدیث:

عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ، فَقَالَ: أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ الْفِتَنَ؟ فَقَالَ قَوْمٌ: نَحْنُ سَمِعْنَاهُ، فَقَالَ: لَعَلَّكُمْ تَعْنُونَ فِتْنَةَ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَجَارِهِ؟ قَالُوا: أَجَلْ، قَالَ: تِلْكَ تُكَفِّرُهَا، الصَّلَاةُ، وَالصِّيَامُ، وَالصَّدَقَةُ، وَلَكِنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَذْكُرُ

الْفِتَنَ، الَّتِي تَمُوجُ مَوْجَ الْبَحْرِ؟ قَالَ حُذَيْفَةُ: فَأَسْكَتَ الْقَوْمُ، فَقُلْتُ: أَنَا، قَالَ: أَنْتَ لِلَّهِ أَبُوكَ، قَالَ حُذَيْفَةُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ، حَتَّى تَصِيرَ عَلَى قَلْبَيْنِ عَلَى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا، فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا، لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ"، قَالَ حُذَيْفَةُ وَحَدَّثْتُهُ: أَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا، بَابًا مُغْلَقًا يُوشِكُ أَنْ يُكْسَرَ، قَالَ عُمَرُ: أَكَسْرًا، لَا أَبَا لَكَ، فَلَوْ أَنَّهُ فُتِحَ لَعَلَّهُ كَانَ يُعَادُ؟ قُلْتُ: لَا، بَلْ يُكْسَرُ، وَحَدَّثْتُهُ أَنَّ ذَلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ أَوْ يَمُوتُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ، قَالَ أَبُو خَالِدٍ: فَقُلْتُ لِسَعْدٍ: يَا أَبَا مَالِكٍ، مَا أَسْوَدُ مُرْبَادًّا؟ قَالَ: شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِي سَوَادٍ، قَالَ: قُلْتُ: فَمَا الْكُوزُ مُجَخِّيًا؟ قَالَ: مَنْكُوسًا. [صحیح مسلم:۱۴۴]

ترجمہ: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔انہوں نے کہا: تم میں سے کس نے رسول اللہ ﷺ کو فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا۔بعض لوگوں نے کہا: ہاں ہم نے سنا ہے۔عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید تم فتنوں سے وہ فتنے سمجھے ہو جو آدمی کو اس کے گھر بار اور مال اور ہمسائے میں ہوتے ہیں، انہوں نے کہا: ہاں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان فتنوں کا کفارہ تو نماز اور روزے اور زکوۃ سے ہو جاتا ہے لیکن تم میں سے کسی نے سنا ہے۔ان فتنوں کو رسول اللہ ﷺ سے جو دریا کی موجوں کی طرح امنڈ کر آئیں گے۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ سن کر سب لوگ چپ ہو رہے۔میں نے کہا: میں نے سنا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے سنا ہے تیرا باپ بہت اچھا تھا۔کہا سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”فتنے دلوں پر ایسے

آئیں گے کہ ایک کے بعد ایک، ایک کے بعد ایک جیسے بوریئے کی تیلیاں ایک کے بعد ایک ہوتی ہیں پھر جس دل میں وہ فتنہ رچ جائے گا تو اس میں ایک کالا داغ پیدا ہوگا اور جو دل اس کو نہ مانے گا اس میں ایک سفید نورانی دھبہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اسی طرح کالے اور سفید دھبے ہوتے ہوتے دو قسم کے دل ہو جائیں گے ایک تو خالص سفید دل چکنے پتھر کی طرح جس کو کوئی فتنہ نقصان نہ پہنچائے گا جب تک کہ آسمان و زمین قائم رہیں۔ دوسرے کالا سفیدی مائل یا اوندھے کوزے کی طرح جو نہ کسی اچھی بات کو اچھی سمجھے گا، نہ بری بات کو بری مگر وہ جو اس کے دل میں بیٹھ جائے۔" حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ تمہارے اور فتنے کے بیچ میں ایک دروازہ ہے جو بند ہے مگر نزدیک ہے کہ وہ ٹوٹ جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ٹوٹ جائے گا۔ تو اپنے باپ کو گم پائے۔ اگر کھل جاتا تو شاید پھر بند ہو جاتا۔ میں نے کہا: نہیں ٹوٹ جائے گا اور میں نے ان سے حدیث بیان کی یہ دروازہ ایک شخص ہے جو مارا جائے گا یا مر جائے گا۔ پھر یہ حدیث کوئی غلط (دل سے بنائی ہوئی بات) نہ تھی۔ ابو خالد نے کہا: میں نے سعد بن طارق سے پوچھا (جو اس حدیث راوی ہیں) (أَسْوَدُ مُرْبَادًّا) سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: سفیدی کی شدت سیاہی میں۔ میں نے کہا: (كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا) سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: کوزا اوندھا ہوا۔

⑤ اس کا شمار ان بدعات میں ہوگا جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ ہر خطبے میں کہتے تھے کہ یہ گمراہی ہے۔

● تیسرا:

ظالم حکمرانوں کے تعلق سے جتنی بھی احادیث گزری ہیں سب میں صبر کرنے کا ہی حکم دیا گیا ہے کہیں پر بھی خروج و بغاوت اور مظاہروں کی اجازت نہیں ہے خواہ وہ پر امن ہوں یا پر امن نہ ہوں۔ اور چونکہ یہ مظاہرے اپنے اندر فساد اور تخریب کاری لئے ہوتے ہیں تو آخر کار شریعت کیسے اسکی اجازت دے سکتی

ہے؟ اور جو ان مظاہروں اور احتجاجوں کے بھیانک نتائج دیکھنا چاہتا ہو تو حال ہی میں عرب بہار یہ کے نام سے بعض عرب ممالک میں کیئے گئے مظاہروں اور انکے نتائج پر ایک طائرانہ نظر دوڑا لے جہاں پر سیاسی اجتماعات اور پرامن مظاہروں کی اجازت تھی۔

اسلئے کسی بھی صورت میں شریعت کے اندر مظاہروں کی اجازت نہیں ہے، اگر کوئی جائز کہتا ہے تو وہ یا تو شرعی نصوص سے ناواقف ہے یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہے، اسے چاہئے کہ وہ اللہ کا خوف کھائے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے ساتویں صفحے پر کہتے ہیں:

”شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا کہ علمائے امت، داعیان دین اور متلاشیان حق ہمیشہ اس بات کی نصیحت کرتے رہے ہیں کہ لوگ ایسے احتجاج اور مظاہروں سے دور رہیں جن سے دعوت دین کو نقصان ہو، آپس میں اختلاف ہو اور حکام اور رعایا کے مابین تنازعہ پیدا ہو۔ [مجموع الفتاوی: ۷/ ۳۴۴]

آپ دیکھیں گے کہ شیخ نے پرامن مظاہروں پر اعتراض نہیں کیا ہے، بلکہ صرف انہیں مظاہروں سے روکا ہے جن سے فتنہ اور فساد پھیلے اور ایسے مظاہرے بلا شبہ حرام ہیں“۔

❐ تعلیق: میں کہتا ہوں:

امام ابن باز رحمہ اللہ کے الفاظ عام ہیں جن میں تمام طرح کے مظاہرات شامل ہیں کیونکہ مظاہرہ پرامن ہو یا پرامن نہ ہو سب میں فساد کا امکان ہوتا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک دونوں میں کچھ فرق ہوتا تو ضرور اس کا ذکر کرتے کیونکہ ضرورت کے وقت وضاحت نہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور آپ کے نزدیک دونوں طرح کے مظاہروں میں کوئی فرق نہیں ہے اس پر آپ کا یہ کلام

دلالت کرتا ہے: (نرمی اور شفقت سے پیش آؤ، دیکھو! اللہ نے موسیٰ اور ھارون علیہما السلام کو جب فرعون کے پاس بھیجا تو ہدایت کی کہ تم دونوں اس سے نرم گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت پکڑے۔ آپ بھی جسے نصیحت کریں تو یہی معاملہ اختیار کریں۔

اور ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

"اللَّهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا، فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ"۔[صحیح مسلم:۱۸۲۸]

ترجمہ: یااللہ! جوکوئی میری امت کا حاکم ہو پھر وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی ان پر سختی کر اور جو کوئی میری امت کا حاکم ہو اور وہ ان پر نرمی کرے تو بھی اس پر نرمی کر۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ جَرِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "مَنْ يُحْرَمْ الرِّفْقَ يُحْرَمْ الْخَيْرَ".[صحیح مسلم:۲۵۹۲]

ترجمہ: سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ بھلائی سے محروم ہے۔"

اور ایک دوسری حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: "إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ".[صحیح مسلم:۲۵۹۴]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کسی میں نرمی ہو تو اس کی زینت ہو جاتی ہے اور جب نرمی نکل جائے تو عیب ہو جاتا ہے۔"

اسلئے داعیوں پر واجب ہے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں اور نرم اسلوب استعمال کریں خواہ مسلمان ہوں یا کفار، بطور خاص حکام کے ساتھ، کیونکہ یہ مزید نرم اسلوب کے مستحق ہیں، تاکہ وہ حق کو آسانی سے قبول

کرلیں، کیونکہ بدعت اور معصیت آسانی سے نہیں جاتی۔

اور بہتر اور نرم اسلوب قبول حق کا بہت بڑا ذریعہ ہے، جبکہ سخت اور متشدد اسلوب تردید حق کا بہت بڑا ذریعہ ہے اس سے فتنے اور مظالم مزید بڑھتے ہیں، ہڑتال اور فساد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اسی میں وہ مظاہرے، سیاسی نعرے اور احتجاج بھی آتے ہیں جو اصلاح کے بجائے فساد کا باعث بنتے ہیں۔ اصلاح کا بہتر ذریعہ زیارت، ملاقات اور خط وکتابت ہے، نہ کہ مظاہرہ اور احتجاج۔ نبی اکرم ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک رہے مگر کبھی بھی ظلم وزیادتی کے خلاف خروج اور مظاہرہ نہیں کیا، اور نہ ہی املاک کی بربادی اور سیاسی قتل کی دھمکی دی۔ کیونکہ اس سے دعوت دین کا ہی نقصان ہے، حکام اور ذمیداران وقت دعوت سے دشمنی کرنے لگیں گے۔ [مجموع الفتاوی: ۷/ ۲/ ۱۶۲]

آپ یہاں دیکھ رہے ہیں کہ شیخ داعیان کو کس طرح نصیحت کررہے ہیں:

① اپنی دعوت میں نرم اسلوب اختیار کریں۔

② مسلم اور غیر مسلم سب کے ساتھ نرم اسلوب اختیار کریں۔

③ اس نرم اسلوب کا حکام سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

④ بہتر اسلوب قبول حق کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

⑤ سخت اور متشدد اسلوب تردید حق کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور پھر ان متشدد ذرائع اور وسائل میں مظاہروں اور سیاسی نعروں کو شمار کیا ہے۔

⑥ بہتر اسلوب کی نوعیت بیان کرتے ہوئے ملاقات زیارت اور خط وکتابت کی شکل بتلائی ہے۔

⑦ آخر میں یہ بھی واضح کر دیا کہ مظاہروں اور سیاسی نعروں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور مثال دیکر بتلایا کہ نبی اکرم ﷺ مکہ میں تیرہ سال تک رہے مگر کبھی بھی ظلم وزیادتی کے خلاف خروج اور مظاہرہ نہیں کیا، اور نہ ہی املاک کی بربادی اور سیاسی قتل کی دھمکی دی۔

اس لئے میں مطالبہ کرتا ہوں کہ دکتور سعود الفنیسان اپنے اس کلام پر معافی مانگیں کیونکہ شیخ کے کلام سے آپ نے جان بوجھ کر غلط مفہوم نکالا ہے جس کا دور دور تک کوئی مفہوم نہیں بنتا ہے۔

اور ہر جگہ علمائے اہل سنت والجماعہ مظاہروں کو حرام کہتے ہیں بطور خاص علمائے مملکہ جن میں سرفہرست شیخ ابن باز، ابن عثیمین اور کبار علماء کمیٹی جن میں شیخ عبدالعزیز آل شیخ، شیخ صالح الفوزان، شیخ صالح اللحید ان، اسی طرح شیخ البانی، مقبل وادعی، محمد علی فرکوس اور دیگر علمائے اہل سنت والجماعہ کے نام شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر و باطن تمام فتنوں سے دور رکھے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے آٹھویں صفحے پر کہتے ہیں:

''چھٹا وقفہ: پرامن مظاہروں کے دلائل:

۱- ان میں اصل جواز اور براءت اصلیہ پر باقی رہنا ہے یہاں تک کہ اسکی ممانعت کی کوئی خاص دلیل نہ آجائے، اور یہ ایک نیا وسیلہ ہے جس پر کوئی فساد مرتب نہیں ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ مکمل طور پر پرامن ہوتا ہے، اسی لئے جیسے ہی اس پر مفاسد مرتب ہوں گے اسی وقت ممنوع ہو جائیں گے۔

۲- امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کے حق میں جتنی آیات واحادیث ہیں سب پرامن مظاہروں کی دلیل ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [آل عمران:۱۱۰]

ترجمہ: تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ

مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔

اسی طرح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ، قَبْلَ الصَّلَاةِ، مَرْوَانُ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، فَقَالَ: قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ". [صحیح مسلم:۴۹]

ترجمہ: طارق بن شہاب سے روایت ہے، سب سے پہلے جس نے عید کے دن نماز سے پہلے خطبہ شروع کیا، وہ مروان تھا (حکم کا بیٹا جو خلفائے بنی امیہ میں سے پہلا خلیفہ ہے) اس وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: خطبہ سے پہلے نماز پڑھنی چاہئے۔ مروان نے کہا: یہ بات موقوف کر دی گئی۔ سیدنا ابو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص نے تو اپنا حق ادا کر دیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو مٹا دے اپنے ہاتھ سے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بیزار رہو) یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے۔"

اور منکر کے خلاف تمام جوارح سے احتجاج کرنا جائز ہے، اور اس حدیث کے اندر وارد زبان اور ہاتھ پر ہر مناسب وسیلے کو قیاس کیا جائے گا، جیسا کہ سلف اور خلف کے ہر دور میں علماء نے اپنی کتابوں میں ثابت کیا ہے اور جیسا کہ علماء نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اگر کچھ لوگ کسی جگہ یا کسی اجتماع میں جائیں جہاں منکر ہو رہا ہو اور اسکے مٹانے پر قادر نہ ہوں تو ان پر ضروری ہے کہ وہ وہاں سے نکل جائیں اور وہ جگہ چھوڑ دیں اور یہی منکر اور اہل منکر کے خلاف عین احتجاج ہے"۔

☐ تعلیق: میں کہتا ہوں: آپ کا معاملہ بہت عجیب ہے:

① جناب پہلے یہ اعتراف کرتے ہیں کہ مظاہرات میں اصل جواز اور براءت اصلیہ پر باقی رہنا ہے

یہاں تک کہ اسکی ممانعت کی کوئی خاص دلیل نہ آجائے، پھر اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حق میں جتنی آیات واحادیث ہیں سب پر امن مظاہروں کی دلیل ہیں، اور یہ موصوف کا کھلا ہوا تضاد اور اضطراب وتناقض ہے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ اصولیین کے نزدیک اصل جواز اور براءت اصلیہ کسی کہتے ہیں؟

ابن قدامہ رحمہ اللہ (روضۃ الناظر مع مذکرۃ أصول الفقہ: ص ۴۴) کے اندر کہتے ہیں:

”تیسری قسم: مباح (جواز): اس کی تعریف یہ ہیکہ جس چیز کے کرنے اور نہ کرنے کو لیکر اللہ کی طرف سے چھوٹ ہو، اس کے کرنے والے اور نہ کرنے والے کی نہ کوئی مذمت آئی ہو اور نہ ہی تعریف کی گئی ہو، البتہ یہ مشروع ہو“۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جان لیں کہ اباحت کی اصولیین کے نزدیک دو قسمیں ہیں:

- پہلی قسم: شرعی اباحت: یعنی جسے شریعت کی طرف سے جائز کیا گیا ہو، جیسے رمضان کی رات میں جماع کرنے کی اباحت، جسکی قرآن میں صراحت وارد ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ﴾ [البقرہ:۱۸۷]

ترجمہ: تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔

اسی اباحت کو اباحت شرعیہ کہتے ہیں۔

- دوسری قسم: اباحت عقلیہ: اسی کو اصطلاح میں براءت اصلیہ اور اباحت عقلیہ کہتے ہیں، اسی کو استصحاب بھی کہتے ہیں۔

مذکورہ دونوں اباحتوں میں فرق یہ ہیکہ اباحت شرعیہ کے ختم کرنے کو نسخ کہتے ہیں، جیسے کہ روزہ کے بدلے کھانا کھلانا جو کہ پہلے مشروع تھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾[البقرہ:۱۸۴]

ترجمہ: اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔

لیکن بعد میں اسے ختم کر دیا گیا، اس عام حکم کے ذریعے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرہ:۱۸۵]

ترجمہ: تم میں سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے۔

اور جہاں تک اباحت عقلیہ کا تعلق ہے تو اس کے ختم ہونے کو نسخ نہیں کہیں گے، کیونکہ وہ شرعی حکم نہیں ہے بلکہ عقلی امور سے اسکا تعلق ہے۔

الف: یعنی یہ اباحت عقلیہ ہے نہ کہ شرعیہ۔

ب: اور یہ اپنی اباحت پر باقی رہے گا یہاں تک کہ کوئی شرعی دلیل اسے منع کر دے۔

ج: موصوف کے بقول ان مظاہروں میں اصل اباحت اور جواز ہے جبکہ حقیقت یہ ہیکہ ان میں اصل حرمت ہے، اور اسکی حرمت پر بہت ساری دلیلیں ہیں، چنانچہ بدعات اور نئی نئی چیزوں کی ایجاد پر جتنی دلیلیں ہیں سب مظاہروں کے خلاف ہیں، اسی طرح وہ ساری آیات و احادیث جن کے اندر فساد فی الارض سے منع کیا گیا ہے، اسی طرح وہ حدیثیں جن کے اندر حکام کے ظلم و زیادتی اور انکے منکرات پر صبر کی تاکید کی گئی ہے۔

② آخر وہ کون سے قابل اعتماد علمائے اسلام ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ مظاہروں میں اصل اباحت ہے؟

③ مظاہروں کے اندر دراصل عام طور پر حکام سے آزادی اور انسانی حقوق کے مطالبے کئے جاتے ہیں جنکی اسلام کے اندر کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ اسے شور و شغب اور ہنگامہ کہہ سکتے ہیں۔

ان احادیث میں سے یہ مشہور حدیث بھی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ

تُنْكِرُونَهَا"، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا ذَلِكَ؟ قَالَ: "تُؤَدُّونَ الْحَقَّ الَّذِي عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الَّذِي لَكُمْ".[صحیح مسلم:۱۸۴۳]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد حق تلفی ہو گی اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا جانو گے۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ایسے وقت میں جو رہے اس کو آپ کیا حکم کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس پروردگار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم تم کو دے دے)۔

آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اطلاع پہلے ہی دے دی تھی کہ بعد میں ایسے حکام آئیں گے جو رعایا پر ظلم کریں گے، مال و دولت اور عہدوں اور مناصب میں ایک دوسرے کو ترجیح دیں گے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو اس بارے میں خبر دی تو اسی وقت صحابہ نے سوال کیا کہ اس وقت ہم کیا کریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا جواب دیا تھا جس کے اندر فتنوں سے اور خون خرابے سے اجتناب کرنے کی ہدایت ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ادا کرو اس حق کو جو تم پر ہے (یعنی اطاعت اور فرمانبرداری) اور جو تمہارا حق ہے اس پروردگار سے مانگو (کہ اللہ اس کو ہدایت کرے یا اس کو بدل کر عادل حاکم تم کو دے دے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ انکے خلاف خروج و بغاوت اور مظاہرہ کر کے اپنے حقوق کا مطالبہ کرو، اور جس طرح انہوں نے تمہارے حقوق روک رکھے ہیں تم بھی انکے حقوق کی ادائیگی نہ کرو۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ موصوف نے یہ دعوی بھی کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی مظاہرے ہوئے تھے، مگر موصوف کا یہ دعوی باطل ہے جس کا بطلان میں نے واضح کر دیا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار صحابہ سے فرمایا تھا: "إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً

فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ"-[صحیح مسلم:۱۸۴۵]

ترجمہ: میرے بعد تمہاری حق تلفی ہوگی، تو صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملو حوض کوثر پر۔

آپ نے صحابہ کو حکام کے ظلم وزیادتی پر صرف صبر کرنے کا حکم دیا کہ اس دنیا میں صبر کرنا یہاں تک حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات ہوگی۔

آپ غور کریں کہ دین اسلام کے قیام اور رسول اکرم ﷺ کی نصرت ومدد میں انصار صحابہ کا بہت بڑا رول رہا ہے، مگر پھر بھی آپ ﷺ انہیں حکمرانوں کے خلاف کھڑا ہونے اور ان سے اختلاف کرنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں بلکہ صرف صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔

دراصل یہی اسلام کا حکم ہے جسکی آپ ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے، اور ائمہ اسلام نے اسی پر عمل کیا ہے اور اسی کو ثابت کیا ہے، سوائے روافض اور خوارج کے کہ جو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے مصیبت بنے ہیں اور کافروں کو چھوڑ کر ہمیشہ مسلمانوں ہی کے اندر انہوں نے قتل وخونریزی مچائی ہے۔

ایسے ہی لوگوں سے حدیثوں کے اندر آگاہی وارد ہوئی ہے جیسے کہ ایک یہ حدیث:

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَأَنْ أَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُولَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ، وَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ، فَإِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ: "سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"-[صحیح مسلم:۱۰۶۶]

ترجمہ: سوید بن غفلہ نے کہا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں تم سے

روایت کروں رسول اللہ ﷺ سے تو اگر میں آسمان سے گر پڑوں تو اس سے بہتر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر وہ بات باندھوں جو آپ ﷺ نے نہیں فرمائی اور جب میں تمہارے اور اپنے بیچ میں کچھ بات کروں تو جان لو کہ لڑائی میں حیلہ اور فریب روا (جائز) ہے اب سنو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: ”اخیر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی کہ ان کے لوگ کمسن ہوں گے اور کم عقل بات سب مخلوقات سے اچھی کہیں گے اور قرآن ایسا پڑھیں گے کہ ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا اور دین سے ایسا نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پھر جب تم ان سے ملو تو ان کو مارو اس لیے کہ ان کے مارنے سے تم کو قیامت کے دن اللہ کے پاس سے ثواب ملے گا۔“

انہیں خوارج اور روافض کے بارے میں ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے: ”يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ“۔ [صحیح مسلم:۱۰۶۴]

ترجمہ: وہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا اور اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور بت پرستوں کو چھوڑ دیتے ہیں، اسلام سے ایسا نکل جاتے ہیں جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے اگر میں ان کو پاتا تو ایسا قتل کرتا جیسے عاد قتل ہوئے ہیں۔“ (یعنی جڑ پیر سے اڑا دیتا جیسے عاد کو باد نے برباد کیا)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ”سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي خِلَافٌ وَفُرْقَةٌ قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنْ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدُّوا عَلَى فُوقِهِ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ

وَالْخَلِيقَةِ طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ يَدْعُونَ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَلَيْسُوا مِنْهُ فِي شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللَّهِ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا سِيمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِيقُ"۔ [مسند احمد: ۱۳۳۳۸]

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہوگی، اور ان میں سے ایک قوم ایسی نکلے گی جو قرآن پڑھتی ہوگی لیکن وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، تم ان کی نمازوں کے آگے اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو حقیر سمجھوگے، وہ لوگ دین سے اسی طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، جس طرح تیر اپنی کمان میں کبھی واپس نہیں آسکتا یہ لوگ بھی دین میں کبھی واپس نہ آئیں گے، یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے، اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جو انہیں قتل کرے اور وہ اسے قتل کریں، وہ کتاب اللہ کی دعوت دیتے ہوں گے لیکن ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، جو ان سے قتال کرے گا وہ اللہ کے اُتنا قریب ہوجائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ان کی علامت کیا ہوگی؟ نبی ﷺ نے فرمایا ان کی علامت سر منڈوانا ہوگا۔

اور ایک روایت کے اندر "خوارج کو کلاب النار یعنی دوزخی کتا کہا گیا ہے"۔ [دیکھیں سنن ابن ماجہ: ۱۷۳]

اہل علم اور مورخین کے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ خوارج کی دو قسمیں ہیں:

- پہلی قسم: وہ خوارج جو تلوار کے ساتھ حکام اور امت کے خلاف خروج و بغاوت کرتے ہیں۔
- دوسری قسم: وہ لوگ جو حکام کے خلاف فتنوں کو ہوا دیتے ہیں، بھڑکاؤ بیان دیکر عوام کو خروج پر ابھارتے ہیں، ایسے خوارج کو قعدہ کہتے ہیں، انکا سردار عمران بن حطان کو مانا جاتا ہے جس نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم کی مدح وستائش کی ہے۔

اس وقت بعض سیاسی جماعتیں ایسی موجود ہیں جو خوارج کی اسی قسم کی نمائندگی کرتی ہیں جس طرح

کہ معتزلہ کے پیروکار بھی اس وقت پائے جاتے ہیں۔

*** میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قعدہ خوارج کے تعلق سے بعض اہل علم کے اقوال پیش کر دیئے جائیں:**

امام ابو بکر البیہقی (القضاء والقدر: ص ۳۳۰) کے اندر فرماتے ہیں: "ابو القاسم عبد الرحمن بن محمد بن القاسم الحسنی نے کہا کہ معتزلہ قعدہ خوارج ہیں، یہ جب لوگوں سے تلواروں کے ذریعے لڑائی کرنے سے عاجز آگئے تو بیٹھ کر زبان سے لڑائی کرنے لگے"۔

حافظ ابن حجر نے (الاصابہ: ۵ / ۳۰۳) کے اندر کہا کہ خوارج میں اصل سرداروں میں قعدہ خوارج مانے جاتے ہیں جو دوسروں کیلئے خروج و بغاوت کو مزین کر کے پیش کرتے ہیں، مگر قتال میں خود شریک نہیں ہوتے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے (ھدی الساری: ص ۴۵۴) کے اندر کہا کہ عمران بن حطان سدوسی جو کہ ایک مشہور شاعر بھی تھا، خوارج کا ایک سردار تھا۔

ابو العباس المبرد نے کہا کہ عمران بن حطان قعدہ خوارج میں سے تھا، یہ خوارج کا شاعر اور خطیب مانا جاتا تھا۔

آپ دیکھیں گے کہ مظاہرے قعدہ خوارج کے طریقے ہی پر شروع ہوتے ہیں، جس کے اندر فتنوں کو بھڑکایا جاتا ہے اور آپسی دشمنی کا سبب ہوتا ہے، اس کے اندر لوگوں کو اپنی مظلومیت کا احساس دلایا جاتا ہے، اور لوگوں کو آزادی، انسانی حقوق اور دیگر مرغوب مطالبات پر ابھارا جاتا ہے، اس طرح انہیں بھڑکا کر سڑکوں پر لایا جاتا ہے، یا کسی میدان میں بھیڑ اکٹھا کی جاتی ہے جہاں حکومت کے خلاف شور و شغب اور ہنگامہ مچایا جاتا ہے، اور اکثر مظاہرین کی طرف سے تخریب کاری کی جاتی ہے ان پر جذبات کا غلبہ ہوتا ہے

عقل وشرع سے وہ اس وقت دور ہوتے ہیں۔

اس طرح یہ دھیرے دھیرے حکومتی اہلکاروں اور سیکورٹی فورسز سے ٹکراؤ کی کیفیت پیدا کر لیتے ہیں، جس میں قتل وخونریزی، لوٹ مار اور فتنہ وفساد کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

* دکتور سعود الفنیسان کا مظاہروں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ نیا وسیلہ ہے اس پر مفاسد نہیں ہوتے ہیں۔ بالکل باطل کلام ہے اور واقع کے خلاف ہے، بلکہ شریعت سے متصادم ہے، کتنے ایسے مظاہرے ہوئے اور ان میں بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوئے، تخریب کاری، تباہی، قتل وخونریزی واقع ہوئی، آپسی دشمنی پیدا ہوئی، جبکہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا: ﴿وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾۔ [البقرہ:۲۰۵]

چنانچہ فساد اور تخریب کاری کے جتنے بھی مظاہر ہیں قیامت تک انہیں آیات واحادیث میں منع کر دیا گیا ہے، اور اسے اصول اسلام اور عقیدے میں شامل مانا گیا ہے، اور فساد کے اعلی مظاہر میں مظاہرے شامل ہیں بلکہ مظاہرے فساد کی خطرناک صورتوں میں شامل ہیں، اسکا انکار کوئی ہٹ دھرم ہی کر سکتا ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے کہتے ہیں:

”۲-امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تعلق سے جتنی آیات واحادیث ہیں سب پر امن مظاہروں کی دلیل ہیں“۔

□ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① محترم قارئین! یہ یاد ہوگا کہ دکتور نے یہ بات کہی ہے کہ مظاہرات میں اصل اباحت ہے، اور میں نے یہ واضح کیا کہ اباحت نہیں اصل حرمت ہے۔

② مظاہرات کا نہ تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی آیات واحادیث سے،

حکمت پر مبنی یہ شریعت کبھی بھی ایسی انارکی اور ہنگامے کو جائز نہیں کہہ سکتی جسے انجام دینے والے دنیادار، نفس پرست اور فساد و انتشار کے رسیا ہوں۔

③ مظاہرہ عرب وعجم ہر جگہ معروف ہے، جس کے اندر عام طور پر فتنہ پرور اور دنیادار قسم کے لوگ شرکت کرتے ہیں، دھوکہ میں پڑے مسلمان اور کافر ایک ساتھ ملکر اپنے کچھ دنیاوی مطالبات رکھتے ہیں اور سڑکوں اور گلیوں میں گھوم گھوم کر نعرے بازی کرتے ہیں، مرد وزن کے اختلاط کے ساتھ بہت سارے منکرات کا ارتکاب کرتے ہیں، جنکی نہ تو دین کے اندر کوئی جگہ ہے اور نہ ہی اخلاق و مروت انکی اجازت دیں گے۔

ان مظاہروں میں اکثر یا ۹۹ / ٪ فیصد تخریب کاری اور املاک کی تباہی ہوتی ہے، لوٹ مار اور آتش زنی کا ارتکاب کیا جاتا ہے، قتل وخونریزی اور فتنہ وفساد پھیلائے جاتے ہیں، انارکی اور ہنگامے کا دور دورہ ہوتا ہے، پر امن تو شاذ ونادر ہی ہوتے ہیں، اور حکم اکثریت پر لگایا جاتا ہے نہ کہ شاذ ونادر پر۔

اب ایسی حالت میں ایک مسلمان اس قدر لمبا چوڑا دعوی کیونکر کر سکتا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تعلق سے جتنی آیات واحادیث ہیں سب مظاہروں کی دلیل ہیں؟

جبکہ ہم نے جتنی آیات اور احادیث کا ذکر کیا ہے اور اہل سنت والجماعہ کا منہج جمہوریت اور مظاہروں کے رد میں ہیں اور ایسے مظاہرات کی مذمت شامل ہے جو حقیقت میں فساد اور تباہی پر مبنی ہوں۔

اسکے علاوہ اگر کوئی دوسری بات کہتا ہے تو وہ کتاب وسنت کے نصوص کے خلاف ہے اور اس منہج کے بھی خلاف ہے جس پر ائمہ اسلام اور اہل سنت والجماعہ قائم ہیں۔

④ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ اصول اسلام میں سے ہے، اور اسکے اندر سب سے پہلے توحید داخل ہے، اور منکر کے اندر سب سے پہلے شرک اور بڑی بڑی بدعتیں داخل ہیں۔

توسوال یہ ہیکہ وہ مظاہرے جنہیں یہود ونصاری نے ایجاد کئے ہیں کیا ان کی ترجیحات میں توحید کی

دعوت اور شرک و بدعات سے اور گمراہی سے لڑنا داخل ہے؟

اور موصوف کے کہنے کے اعتبار سے مظاہرات جو کہ دنیاوی حقیر امور پر مبنی ہوتے ہیں انہیں سب سے بڑا واجب مانا گیا ہے۔

اسلئے میں کہوں گا کہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ آپ نے مظاہرات کو مباحات کے باب سے شریعت کا حصہ قرار دے دیا ہے، پھر ایک قدم آگے جا کر اسے مسلمانوں کیلئے سب سے بڑا واجب بنا دیا ہے، چنانچہ آپ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق ساری آیات و احادیث کو پرامن مظاہروں کی دلیل بنا دیا جو کہ -اللہ کی قسم- سب سے بڑا منکر ہے۔

اور یہ چیز معروف ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ اصول اسلام میں سے ہے اور ایک بڑا فریضہ ہے، پھر ان مظاہروں کو اصول اسلام اور بڑے واجبات میں کیسے شمار کر سکتے ہیں جبکہ فی الواقع یہ بہت ہی خبیث بدعت اور بہت بڑا منکر ہے۔

⑤ مظاہرات یہود و نصاری کے بدترین اصولوں اور فریب کاریوں میں سے ایک ہے، کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ ایسی بدترین چیزوں سے اسلام کو گندا کرے۔

⑥ وہ آیات و احادیث جن کے اندر اختلاف و انتشار اور اسکے اسباب و وسائل کی مذمت وارد ہوئی ہے وہ سب مظاہرات پر منطبق ہوتی ہیں۔

⑦ وہ احادیث جن کے اندر بدعات کی مذمت وارد ہوئی ہے، ان سے آگاہ کیا گیا ہے، اور ان بدعات کو سب سے برا بتایا گیا ہے، وہ ساری احادیث ان مظاہرات پر منطبق ہوتی ہیں خواہ ان مظاہروں کی شکل کچھ بھی ہو۔

آپ ﷺ تقریبا اپنے تمام خطبوں میں کہتے تھے کہ سب سے بہتر کلام اللہ کا کلام ہے اور سب سے بہتر طریقہ اسکے رسول کا طریقہ ہے، اور سب سے بری چیز دین میں ایجاد شدہ ہیں، اور ہر نئی چیز بدعت ہے

اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور یہ مظاہرات سب سے بری بدعت ہیں، محمد ﷺ کا طریقہ بالکل نہیں ہے۔ یہی چیز ایک معروف حدیث میں وارد ہوئی ہے:

عن الْعِرْبَاضُ قال: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: "أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ". [سنن ابی داود: ۴۶۰۷]

ترجمہ: سیدنا عرباض رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دن ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں دل موہ لینے والی نصیحت کی جس سے آنکھیں اشک بار ہوگئیں، اور دل کانپ گئے، پھر ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو کسی رخصت کرنے والے کی سی نصیحت ہے، تو آپ ہمیں کیا وصیت فرما رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

پتہ چلا کہ یہ مظاہرات ان بدعات اور گمراہیوں میں سے ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا ہے،

اور اپنی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلنے اور مضبوطی کے ساتھ اسے تھامنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ مزید ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرِ ضَبٍّ لَاتَّبَعْتُمُوهُمْ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، آلْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى، قَالَ: فَمَنْ". [صحیح مسلم:۲۶۶۹]

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "البتہ تم چلو گے اگلی امتوں کی راہوں پر (یعنی گناہوں میں اور دین کی مخالفت میں نہ یہ کہ کفر کرو گے) بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسیں تم بھی ان کے ساتھ گھسو گے۔" ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگلی امتوں سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اور کون ہیں؟"

سو یہ مظاہرے یہود و نصاری کی روش اور انکی چال ہے، انہوں نے یہ طریقہ ایجاد کی ہے جو کتاب وسنت اور منہج اسلامی کے خلاف ہے، اس سے مزید فتنے اور تباہی پھیلتی ہے، حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

"وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ"۔ [صحیح مسلم:۱۰۱۷]

ترجمہ: اور جس نے اسلام میں آ کر بری چال ڈالی (یعنی جس سے کتاب وسنت نے روکا ہے) اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کا بھی جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے۔

⑧ وہ ساری آیات و احادیث جن کے اندر فساد اور تخریب کاری سے منع کیا گیا ہے وہ سب مظاہرات پر منطبق ہوتی ہیں خواہ ان مظاہرات کی شکل کچھ بھی ہو، اور اثرات کچھ بھی ہوں۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے آٹھویں صفحے پر کہتے ہیں:

۳۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَشْكُو جَارَهُ، فَقَالَ: "اذْهَبْ فَاصْبِرْ"، فَأَتَاهُ مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا، فَقَالَ: "اذْهَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَكَ فِي الطَّرِيقِ"، فَطَرَحَ مَتَاعَهُ فِي الطَّرِيقِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ فَيُخْبِرُهُمْ خَبَرَهُ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْعَنُونَهُ: فَعَلَ اللَّهُ بِهِ وَفَعَلَ وَفَعَلَ، فَجَاءَ إِلَيْهِ جَارُهُ، فَقَالَ لَهُ: ارْجِعْ لَا تَرَى مِنِّي شَيْئًا تَكْرَهُهُ". [سنن ابی داود: ۵۱۵۳]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا، اپنے پڑوسی کی شکایت کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: ”جاؤ صبر کرو“ پھر وہ آپ کے پاس دوسری یا تیسری دفعہ آیا، تو آپ نے فرمایا: ”جاؤ اپنا سامان نکال کر راستے میں ڈھیر کر دو“ تو اس نے اپنا سامان نکال کر راستہ میں ڈال دیا، لوگ اس سے وجہ پوچھنے لگے اور وہ پڑوسی کے متعلق لوگوں کو بتانے لگا، لوگ (سن کر) اس پر لعنت کرنے اور اسے بد دعا دینے لگے کہ اللہ اس کے ساتھ ایسا کرے، ایسا کرے، اس پر اس کا پڑوسی آیا اور کہنے لگا: اب آپ (گھر میں) واپس آجایئے آئندہ مجھ سے کوئی ایسی بات نہ دیکھیں گے جو آپ کو ناپسند ہو۔

❐ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① یاد کریں موصوف نے پہلے ہی دعوی کیا تھا کہ مظاہروں میں اصل اباحت ہے، اور پہلے ہی اسکی حقیقت سامنے آچکی ہے، اور یہ کہ اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

② یہ حدیث مظاہروں کے لیے دلیل بالکل نہیں ہے نہ ہی قریب سے اور نہ ہی بعید سے، مظاہروں کیلئے اس حدیث سے استدلال کرنا سخت غلو ہے۔

کیونکہ مظاہرے پر استدلال کرنے سے لازم آئے گا کہ جب بھی کسی پر ظلم ہو خواہ حاکم کی طرف سے یا محکوم کی طرف سے گرچہ وہ کمزور ہی کیوں نہ ہو، عوام پر ضروری ہوگا کہ وہ اسکے خلاف مظاہرہ کریں اور دوسرے لوگ اس پر لعنت کریں۔

اور اس نوعیت کے مظاہروں کا دعوی کوئی نہیں کرتا حتی کہ جمہوریت کے پرستار بھی یہ نہیں کہتے اور نہ ہی اس طرح کے مظاہروں کی طرف دعوت دیتے ہیں، اسلئے اللہ کا خوف کھائیں اور احادیث نبویہ کو ایسے معانی پر محمول نہ کریں جن کے وہ متحمل نہ ہوں اور جسے عقل وشرع قبول نہ کرے، حتی کہ جمہوریت اور مظاہروں کے دلدادہ بھی اسے قبول نہیں کرتے، کیونکہ اس فہم سے لازم آئے گا کہ لوگ اس طرح کے مظاہروں میں مشغول ہو کر اپنے دنیوی اور دینی مصلحتوں کو معطل کر بیٹھیں، اسلئے کہ کوئی ایسا وقت خالی نہیں ہوتا کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

③ مذکورہ حدیث میں جس اجتماع کا ذکر ہے وہ کسی طے شدہ پلان کے تحت نہیں انجام پایا تھا، اور نہ ہی ان کا یہ اکٹھا ہونا کسی حاکم کے خلاف اپنے حقوق کے مطالبے کے لئے تھا، کہ جس طرح مظاہروں میں پوری تیاری کے ساتھ حاکم وقت کے خلاف کیا جاتا ہے۔ اس حدیث سے ایسا کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے، اس حدیث سے یہ واضح ہے کہ ایک شخص کسی شاہراہ پر عجیب طریقے سے بیٹھا ہے اور لوگ اپنے کاموں پر جاتے وقت اسے اس عجیب وغریب منظر کے ساتھ دیکھ کر اسکے پاس رک جاتے ہیں، اور اس سے سوال کرتے ہیں اس طرح یکے بعد دیگر لوگ آتے رہتے ہیں اور اسکے پڑوسی کی طرف سے تکلیف دینے پر نکیر کرکے اور اس کو برا بھلا کہہ کر چلے جاتے ہیں، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مظاہروں جیسا یہاں کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہاں کوئی بامقصد بھیڑ نہیں ہے۔ ہم کلام نبوی کے معنی میں اس طرح کی تحریف سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اور آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ سے پہلے علمائے اسلام میں آخر وہ کون سے فقہاء ومحدثین ہیں جنہوں نے مذکورہ حدیث سے اس طرح کی فقاہت کی ہے؟

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے آٹھویں اور نویں صفحے پر کہتے ہیں:

٤۔ عَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللَّهِ"، فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ، فَرَخَّصَ فِي ضَرْبِهِنَّ، فَأَطَافَ بِآلِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ أَزْوَاجَهُنَّ، لَيْسَ أُولَئِكَ بِخِيَارِكُمْ".[سنن ابی داود:٢١٤٦]

ترجمہ: سیدنا ایاس بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی بندیوں کو نہ مارو"، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: (آپ کے اس فرمان کے بعد) عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہوگئی ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں مارنے اور تادیب کی رخصت دے دی، پھر عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر ازواج مطہرات کے پاس پہنچنے لگیں، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایتیں لے کر محمد کے گھر والوں کے پاس پہنچ رہی ہیں، یہ (مار پیٹ کرنے والے) لوگ تم میں بہترین لوگ نہیں ہیں"۔

عہد نبوی میں عورتوں کا ایک ہی رات میں اس تعداد کے ساتھ اپنے شوہروں کی شکایت کرنے کیلئے نکلنا کیا یہ پرامن احتجاج نہیں ہے؟! آخر اگر عورتیں اس وقت جماعت کی شکل میں کم یا زیادہ کسی بھی تعداد میں وزارت داخلہ یا وزارت عدل یا عدالت یا دارالافتاء کے پاس نکل کر آئیں اور نوکری کا مطالبہ کریں یا اپنے سر پرستوں کے ظلم کے خاتمے کا مطالبہ کریں، وہ سرپرست جو انہیں شادی کرنے سے روکتے ہیں، یا اپنے بچوں اور شوہروں کے چھوڑ دینے کا مطالبہ کریں جنہیں ناحق جیلوں میں رکھا گیا ہے یا جن کے خلاف کوئی مقدمہ ہی نہیں قائم کیا گیا!! اور جب یہ عورتوں کے حق میں جائز ہے اور وہ بھی عہد نبوی میں تو پھر یہی چیز مردوں کیلئے کیوں جائز نہیں ہوگی؟ اسلئے حق بات کہو، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے"۔

❑ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ روایت سے استدلال کر کے موصوف ایسے مظاہروں کی دعوت دے رہے ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملے گی، اور میں یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اب تک کسی نے اس طرح استدلال کیا

ہو جس طرح موصوف نے کیا ہے، آپ سوچیں کہ اگر یہ جناب وزیر یا قاضی یا مفتی ہوتے اور ان کے خلاف اس طرح کا ہنگامہ کیا جاتا جس طرح آج کل ہوتا ہے تو کیا یہ اسے قبول کرتے؟

② اس روایت کی بنیاد ایاس بن عبد اللہ دوسی نامی شخص پر ہے، جنکے صحابی ہونے میں اختلاف ہے، ابو حاتم اور ابو زرعہ نے اس روایت کی سند کو دیکھ کر بظاہر انکے صحابی ہونے کا فیصلہ کیا ہے، جبکہ اس سند واحد پر امام احمد، امام بخاری اور ابن حبان قانع نہیں ہوئے اور انکے صحابی ہونے سے انکار کیا ہے، اور کچھ محدثین نے انکی صحابیت کو مختلف بتایا ہے جیسے کہ امام ذہبی اور حافظ ابن حجر اور کسی پہلو کو راجح نہیں کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے کہ انکی صحبت میں اختلاف ہے، بلکہ امام احمد، امام بخاری اور ابن حبان نے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ وہ صحابی نہیں ہیں، اور اسی لئے امام احمد نے اپنے مسند میں انکی کوئی حدیث نقل نہیں کی ہے، اور ابن حبان نے انکا نام ثقہ تابعین میں نقل کیا ہے، جیسا کہ ابن حجر نے التقریب میں ذکر کیا ہے۔

اور حافظ ابن حجر کا اس روایت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کی سند صحیح ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اسکی سند ایاس بن عبد اللہ بن ابی ذباب دوسی تک صحیح ہے، نہ کہ رسول اکرم ﷺ تک۔

اسلئے میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ ایاس کیلئے صحبت ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ علماء نے کسی کے صحابی ہونے کیلئے کچھ اصول طے کئے ہیں جیسا کہ امام ابن حجر نے الاصابہ: ١/ ١٤ پر لکھا ہے:

دوسری فصل: کسی شخص کے صحابی ہونے کیلئے چند چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے:

پہلی چیز: تواتر سے ثابت ہو کہ وہ صحابی ہے۔

دوسری چیز: اسکا صحابی ہونا مشہور ہو۔

تیسری چیز: کسی صحابی سے مروی ہو کہ اسے صحبت حاصل ہے۔ یا کم از کم کسی تابعی سے منقول ہو۔

چوتھی چیز: اگر اس کی عدالت اور معاصرت ثابت ہو تو وہ خود کہے کہ میں صحابی ہوں۔

جہاں تک عدالت کی بات ہے تو اس کی تاکید علامہ آمدی وغیرہ نے کی ہے، کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ میں صحابی ہوں اس سے عدالت کا اثبات لازم آتا ہے، اس لئے کہ سارے صحابہ عادل ہیں۔

میں کہتا ہوں:

ایاس کے صحابی ہونے کے تعلق سے مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے، نہ ہی تواتر کے ذریعے نہ ہی شہرت کے ذریعے، نہ ہی کسی صحابی یا کسی تابعی نے انکے صحابی ہونے کی گواہی دی ہے۔

اسلئے میں کہوں گا:

① اس حدیث سے مظاہروں کے جواز پر استدلال کرنا باطل ہے، خواہ وہ پرامن ہوں یا پرامن نہ ہوں، کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے، اسی طرح یہ حدیث جس طرح مظاہرہ کرنے پر دلالت نہیں کرتی اسی طرح کسی بھیڑ اکٹھا ہونے پر بھی دلالت نہیں کرتی ہے خواہ وہ بھیڑ بامقصد ہو یا بامقصد نہ ہو۔

اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ کچھ عورتیں انفرادی طور پر رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے شوہروں کی شکایت کرنے آئیں، ایک آتی اور وہ شکایت کرکے چلی جاتی پھر دوسری آتی اور شکایت کرکے چلی جاتی، ہم اس سے آج کے ان مظاہروں پر کیسے استدلال کر سکتے ہیں جن میں کم ازکم بھیڑ، ہنگامہ، انارکی اور نعرے بازی ہوتی ہے اور یہ سب کچھ کسی میدان چوراہے یا شاہراہ عام پر ہوتا ہے۔

② اس حدیث سے اس قسم کا گھٹیا استدلال کرنا خود نبوی دور کو بدنام کرنے جیسا ہے، وہ دور جو کہ اس طرح کے ہنگاموں، نعروں اور یہود کے مکرو چال سے پاک تھا۔ اور جو کہ نبوی منہج اور طریقے کے بالکل خلاف ہے۔

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کے بعد دکتور سعود الفنیسان یورپین طرز پر مظاہروں کی دعوت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر کیا فرق ہے کہ آج عورتیں تھوڑی یا زیادہ تعداد میں نکل کر وزارت داخلہ، وزارت عدل یا عدالت یا دارالافتاء کے پاس جمع ہوں، اور نوکری کیلئے مطالبہ کریں یا اپنے سرپرستوں کے ظلم کے خاتمے کا مطالبہ کریں وہ سرپرست جو انہیں شادی کرنے سے روکتے ہیں یا اپنے

بچوں اور شوہروں کے چھوڑ دینے کا مطالبہ کریں جنہیں ناحق جیلوں میں رکھا گیا ہے یا جن کے خلاف کوئی مقدمہ ہی نہیں قائم کیا گیا!! اور جب یہ عورتوں کے حق میں جائز ہے اور وہ بھی عہد نبوی میں تو پھر یہی چیز مردوں کیلئے کیوں جائز نہیں ہوگی؟ اسلئے حق بات کہو، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

میں کہتا ہوں:

موصوف اس کلام کے ذریعے جزیرہ عرب کے اندر ایسے خطرناک اعمال کی طرف دعوت دے رہے ہیں جو نہ تو دور جاہلیت میں پایا جاتا تھا اور نہ ہی زمانہ اسلام میں کبھی پایا گیا ہے، آخر کون سا باغیرت مسلمان ہوگا جو اپنی بیوی، بہن یا بیٹی کو اجازت دے گا کہ وہ اس طرح کے ہنگاموں میں شریک ہو جو اسلامی طور طریقے کے خلاف ہے وہ اسلامی طور طریقہ جو عورتوں کو پردہ کرنے، گھروں میں رہنے، حیاء کرنے، پاکیزگی اختیار کرنے، آواز کو پست رکھنے اور نگاہوں کو نیچی رکھنے کا حکم دیتا ہو؟

اور کیا ایسے نسوانی مظاہروں کو فاسق و فاجر نوجوانوں سے پاک رہنے کی کوئی ضمانت دے سکتا ہے، جس کے اندر عام طور تخریب کاری اور فتنہ و فساد ہی ہوتا ہے؟

اسلام نے تو مظاہروں سے کہیں درجہ کم تر چیزوں میں بھی کفار کی مشابہت سے روکا ہے جیسے کہ کھانے پینے اور لباس میں مشابہت، جیسا کہ حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی میں سے ہوگا۔

* مزید یہ کہ مذکورہ حدیث کو ایاس نے ایسے لفظ سے روایت نہیں کیا ہے جس سے سماع کی صراحت ہو جیسے کہ میں نے سنا، مجھ سے بیان کیا وغیرہ، اسی لئے راجح یہی ہے کہ ایاس ایک مجہول تابعی ہیں اور محدثین کے اصولوں پر یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ یہ مرسل تابعی ہے جس میں جہالت پائی جاتی ہے۔

اور اسی طرح یہ اللہ کے اس قول کے معارض بھی ہے: ﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ

سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾ [النساء: ۳۴]

ترجمہ: اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، سو انھیں نصیحت کرو اور بستروں میں ان سے الگ ہو جاؤ اور انھیں مارو، پھر اگر وہ تمھاری فرماں برداری کریں تو ان پر (زیادتی کا) کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

اس آیت سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مردوں کو یہ شرعی اجازت حاصل ہے کہ وہ ضرورت پر عورتوں کو مار سکتے ہیں۔

اسی طرح یہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس قول کے بھی مخالف ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللَّهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ، فَإِنْ فَعَلْنَ ذَلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"۔

ترجمہ: اور تم لوگ اب ڈرو اللہ سے کہ عورتوں پر زیادتی نہ کرو اس لیے کہ ان کو تم نے اللہ پاک کی امان سے لیا ہے اور حلال کیا ہے تم نے ان کے ستر کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارے بچھونے پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں (یعنی تمہارے گھر میں) جس کا آنا تم کو ناگوار ہو۔ پھر اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسا مارو کہ ان کو سخت چوٹ نہ لگے (یعنی ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹے، کوئی عضو ضائع نہ ہو۔ حسن صورت میں فرق نہ آئے کہ تمہاری کھیتی اجڑ جائے) اور ان کا حق تمہارے اوپر اتنا ہے کہ روٹی ان کی اور کپڑا ان کا دستور کے موافق تمہارے ذمہ ہے۔ [صحیح مسلم: ۱۲۱۸]

یہاں پر اللہ کے رسول ﷺ نے بھی مارنے کی اجازت دی ہے اگر مارنے کی ضرورت پڑ جائے۔

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ابن عباس وغیرہ نے کہا کہ یہاں ایسی مار مراد ہے

جس سے بدن زخمی نہ ہو۔حسن بصری نے کہا کہ ایسی مار مراد ہے جس کا بدن پر اثر نہ ہو۔اور فقہاء نے کہا کہ ایسی مار ہو جس سے کوئی عضو نہ ٹوٹے اور نہ ہی کوئی عضو متاثر ہو۔

پتہ چلا کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ قرآنی آیت اور صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے۔اور اسی پر فقہاء اسلام کا عمل ہے۔

چنانچہ علامہ بغوی نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کے اندر ان عورتوں کو مارنے کی اجازت ہے جو فحش کاموں کا ارتکاب کریں یا فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی برتیں، یا شوہر کے گھر سے بلا اجازت نکلیں، یا شوہر کے گھر میں کسی اجنبی شخص کو بلائیں، یا کسی ظاہری خیانت کا ارتکاب کریں، تو ان تمام صورتوں میں تادیبی کارروائی کے طور پر انہیں مارنا جائز ہے، کیونکہ وہ انکا ذمہ دار ہے ان سے انکی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہوگا۔[شرح السنہ:۹/۱۵۹]

اس طرح دکتور سعود الفنیسان کا یہ قول سرے سے باطل ہوگیا کہ: دور نبوی میں عورتیں اپنے شوہروں کی شکایت کرنے کیلئے نکلتی تھیں، کیا یہ پر امن احتجاج نہیں ہے؟!

اسلام میں بالکل ممانعت نہیں ہے کسی ایسے شخص کو جو مظلوم ہو کہ وہ اپنے ظلم کو کسی ایسے شخص کے پاس لے جائے جو اس کے ظلم کو بہتر طور پر ختم کرسکے، مگر مردوں اور عورتوں کا ایک ساتھ کسی سرکاری محکمہ کے سامنے جمع ہو کر حقوق کے مطالبے کی نوعیت' اسلام میں کبھی معروف نہیں رہا ہے، اور نہ ہی اسلام کسی ایسی شکل کو جائز کہے گا بلکہ اسے فتنے میں شمار کرے گا، کیونکہ یہ اسلامی آداب واخلاق کے خلاف ہے بلکہ مسلمان حاکم کے خلاف یہ خروج ہے جو کبھی بھی بغاوت کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔

اس طرح کے بدبختانہ اعمال کو تاریخ اسلام میں کبھی بھی نہیں دیکھا گیا، یہاں تک کہ یورپ سے پڑھ کر مغربی زدہ چوزے عالم مشرق میں آئے اور یورپ وامریکہ کی تہذیب اور وہاں کے اصول واخلاق کو متعارف کروایا، انہیں میں یہ مظاہرے بھی ہیں جنہیں بامقصد لوگ اپنے آقاؤں کے ایجنسیوں

کی تکمیل کی خاطر انجام دیتے ہیں، تا کہ مسلم ممالک میں فتنہ وفساد پھیلایا جائے، اور اخلاق وآداب کا جنازہ نکالا جائے۔

اور میں نہیں سمجھتا کہ جولوگ مظاہروں کے مویدین اور منادہیں وہ بھی اس طرح کے عجیب وغریب مبغوض مغربی طرز کے احتجاج کی تائید کریں گے، بلکہ وہ بھی موصوف کے اس استدلال پر تعجب کریں گے، اور مجھے سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ اس وقت جب کہ عالم عرب مظاہروں کی نحوست اور تباہی سے جوجھ رہا ہے ایسے پرآشوب ماحول میں اس طرح کے مظاہروں کی دعوت یہ جناب دے رہے ہیں!!

کیا حالیہ مظاہروں کے چلتے جو تباہی آئی ہے، لاکھوں لوگ مارے گئے، زخمی ہوئے، جلاوطن کئے گئے، بوڑھے بچے عورتیں سب پریشان ہیں، ایک ہنگامہ، انارکی اور ہو کا ماحول ہے، ہر طرف تباہی و بربادی کا منظر ہے، موصوف کو ان سب کا ادراک نہیں ہے؟!

کیا موصوف کو اس کا احساس نہیں ہے کہ ان مظاہروں کی وجہ سے کتنے لوگوں کے دلوں میں نفرت اور دشمنی پیدا ہوئی ہے، اور کتنوں نے اپنے جوش انتقام کی آگ ٹھنڈی کی ہے؟!

کیا اللہ کا یہ قول ان کے سامنے سے نہیں گزرا: ﴿مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ﴾ [المائدہ:۳۲]

ترجمہ: اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے اسے زندگی بخشی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی اور بلاشبہ ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آئے، پھر بے شک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد

سے بڑھنے والے ہیں۔

اسی طرح ایک روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: "لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ". [سنن ترمذی:۱۳۹۵،صحیح موقوفاوحسن مرفوعا بمجموع طرقہ]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "دنیا کی بربادی اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے کہیں زیادہ کمتر وآسان ہے"۔

اللہ ہم سب کو ایسی نفس پرستی سے بچائے جو فتنوں تک لے جانے والی ہو۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے نویں صفحے پر کہتے ہیں:

۵- محمد بن حرب نے کہا: امام احمد سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو اپنے پڑوسی کے گھر میں کسی منکر امر کو سنتا ہو تو آپ نے کہا کہ اسے بھلائی کا حکم دے، میں نے کہا: اگر وہ قبول نہ کرے؟ تو فرمایا: اس کے خلاف دیگر پڑوسیوں کو جمع کرو اور اس معاملے کو بڑا بنا کر پیش کرو شاید لوگ اکٹھا ہو کر اس معاملے کی تشہیر کریں۔ [الامر بالمعروف ونہی عن المنکر للخلال ص ۱۱۷]

❑ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① ہمیں نہیں معلوم کہ یہ محمد بن حرب کون ہیں جنہوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

② اسلئے ہم پہلے ہی کہیں گے کہ پہلے امام احمد سے اس قول کو ثابت کریں پھر اس سے مسئلے پر دلیل بنائیں۔

③ اور اگر یہ قول امام احمد سے ثابت بھی ہو جائے پھر بھی اس قول کا مظاہروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام احمد اور دیگر ائمہ اہل سنت والجماعہ نے تین تین عباسی خلفاء (مامون، معتصم اور واثق) کے زمانے میں تعطیل صفات، خلق قرآن اور انکار رویت جیسے سنگین مسائل کو لیکر سخت ترین آزمائشوں کا سامنا کیا، مگر اس کے باوجود نبوی ارشادات کی روشنی میں حکمت اور صبر کا مظاہرہ کیا، جبکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ جن عقائد پر مجبور کر رہے ہیں وہ سب کفریہ عقائد ہیں۔

حنبل بن اسحاق کی کتاب (ذکر محنۃ الامام احمد، ص ۷۰) میں وارد ہوا ہے کہ واثق نے جب اس بدعقیدگی کی بنیاد پر لوگوں کو ستانا شروع کیا تو اس وقت فقہائے بغداد میں سے کچھ لوگ ابوعبداللہ کے پاس آئے، ان میں بکر بن عبداللہ، ابراہیم بن علی المطبخی اور فضل بن عاصم وغیرہ بھی تھے، ان لوگوں نے عرض کیا کہ معاملہ اس وقت بہت سنگین ہے، اور یہ شخص سخت سزائیں دے رہا ہے، ہمیں خدشہ ہے کہ معاملہ مزید سنگین نہ ہو جائے، اور ان لوگوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ابن ابی دؤاد نے یہ فیصلہ لیا ہے کہ مکاتب کے اندر بھی بچوں کو خلق قرآن کے عقیدے پر تعلیم دی جائے۔

یہ سن کر ابوعبداللہ نے پوچھا: پھر آپ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہم اس آدمی کی سربراہی اور حکومت پر راضی نہیں ہیں۔ تو ابوعبداللہ نے ان لوگوں سے ایک گھنٹے علمی مناظرہ کیا جہاں میں بھی حاضر تھا، یہاں تک کہ آپ نے کہا: کیا تم یہ نہیں سمجھتے کہ ایسا کر کے تم ایک بڑے مکروہ امر کا ارتکاب کرو گے، تم لوگ اسے دل سے برا سمجھو اور اسکی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو اور نہ ہی اختلاف کرو، اور نہ ہی قتل وخونریزی کی طرف ہاتھ بڑھاؤ، اپنے انجام کا انتظار کرو اور جلد بازی نہ دکھاؤ، صبر سے کام لو، اچھے لوگ ضرور ایک دن برے لوگوں سے راحت پائیں گے۔

آپ کی بات سن کر ایک صاحب نے عرض کیا: ہمیں اپنی اولاد پر خوف ہے کہ کہیں اگر یہی عقائد رائج ہو گئے تو یہ اسی کو اسلام سمجھیں گے اور حقیقی اسلام ختم ہو جائے گا، یہ سن کر ابوعبداللہ نے کہا: ہرگز نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا، اور اس معاملے میں بھی اللہ مدد کرے گا، اسلام ضرور غالب اور محفوظ رہے گا۔

اس طرح لوگ نکل گئے اور انہوں نے جو ارادہ کر رکھا تھا اس سے باز آگئے، ابو عبد اللہ نے سمع وطاعت کی دلیلوں سے استدلال کر کے انہیں کچھ بھی اقدام کرنے سے منع کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے امت کو اس فتنے سے نجات دی۔

اور اسی طرح ابو بکر الخلال نے (السنہ: ۱ / ۱۳۲) میں کہا: ابو بکر مروزی نے مجھے بتلایا کہ ابو عبد اللہ قتل وخونریزی کرنے سے روکتے تھے اور خروج و بغاوت پر سخت نکیر کرتے تھے۔

اور اسی طرح مجاہد اور ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ یہ دونوں حضرات فتنوں سے نفرت کرتے تھے۔

اسی طرح ابو الحارث نے بیان کیا کہ میں نے ابو عبد اللہ سے بغداد میں واقع حادثے کے بارے میں سوال کیا یعنی کہ کچھ لوگ خروج کرنا چاہتے تھے، میں نے پوچھا کہ ان لوگوں کے ساتھ خروج کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو آپ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! خون سے ڈرو، میں نہ تو اسے جائز سمجھتا ہوں اور نہ ہی اس کا حکم دیتا ہوں، جس بھی حال میں ہم ہیں اس پر صبر کرنا اس فتنے سے زیادہ بہتر ہے، جس میں قتل وخونریزی، آبروریزی اور املاک کی تباہی ہوتی ہے۔ تمہارا دین سلامت رہے یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ حکام کے خلاف خروج و بغاوت سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نہ تو اسے جائز سمجھتا ہوں اور نہ ہی اس کا حکم دیتا ہوں۔

امام احمد کا یہ موقف دراصل منہج نبوی سے مستفاد ہے تا کہ امت مسلمہ ان فتنوں سے محفوظ رہے جن میں قتل وخونریزی اور تباہی عام ہوتی ہے۔

انہیں فتنوں میں سے جن سے امام احمد وغیرہ ہمیشہ لوگوں کو ڈراتے تھے مظاہرہ اور احتجاج بھی آئے گا جنہیں کافر ملکوں سے درآمد کیا گیا ہے۔

یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہیں جو اس فتنے کے تعلق سے بتاتے ہیں کہ اس وقت اہل سنت والجماعہ نے کیسے صبر کا مظاہرہ کیا تھا، چنانچہ آپ نے مجموع الفتاوی: ۶ / ۲۱۴ میں لکھا کہ اس وقت اہل

سنت والجماعہ کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تھے، آپ نے اس وقت بھی صبر کیا جب جہمیہ کے انکار صفات کا فتنہ آیا جو کہتے ہیں کہ اللہ کو آخرت میں بھی نہیں دیکھا جاسکتا، اور قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ مخلوق ہے، اللہ آسمان کے اوپر نہیں ہے، اور نہ ہی محمد ﷺ اللہ کے پاس گئے تھے، اس طرح جہمیہ نے کئی خلفاء کو گمراہ کیا جنہوں نے لوگوں کو مختلف آزمائشوں سے دوچار کیا، چنانچہ کسی نے رغبت ولالچ میں اور کسی نے ڈر میں ان عقائد کو قبول کیا اور کچھ لوگ چھپ گئے۔

اور جنہوں نے قبول نہیں کیا ان کے وظیفے بند کردیئے گئے، انہیں عہدوں سے ہٹادیا گیا، اگر کوئی قیدی تھا تو اسے رہا نہیں کیا گیا اور نہ ہی اسکی گواہی قبول کی گئی، بسا اوقات اسے قتل تک کردیا گیا یا اسے جیل ہی میں پڑے رہنے دیا گیا۔

یہ آزمائش کا دور مامون الرشید، معتصم اور واثق کی خلافت میں تھا جسے متوکل نے ختم کیا۔

امام احمد رحمہ اپنے موقف پر جمے رہے اور تعطیل صفات میں انکی موافقت نہیں کی، آپ کو ستایا گیا مگر آپ نے صبر کیا، چنانچہ اللہ نے آپ کو ان ائمہ دین میں شامل کردیا جن سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾ [السجدہ: ۲۴]

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے کئی پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے، جب انھوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین کیا کرتے تھے۔

پتہ چلا کہ جسے صبر اور یقین حاصل ہوجائے وہ دین میں امام ہوجاتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ بات معلوم ہے کہ سلف جن میں امام احمد بھی شامل ہیں، تعطیل صفات، خلق قرآن اور انکار رویت کی بنیاد پر تکفیر کرتے تھے، اور جہمیہ نے صرف انہیں فتنوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہ ان لوگوں کی تکفیر بھی کرتے تھے جو انکی مخالفت کرتے تھے اور پھر اپنے مخالفین کا امتحان بھی لیتے تھے جیسا کہ شیخ

الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، ان سب کے باوجود ان لوگوں نے نہ تو مظاہرہ کیا اور نہ ہی حکام کے خلاف خروج کیا بلکہ ایک بڑے فتنے کو روکنے کی خاطر صبر سے کام لیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنہ: ۴ / ۵۲۷) میں کہا کہ جتنے بھی لوگوں نے خروج کیا ہے اس کے نتیجے میں بعد میں پیدا ہونے والا شر وفساد اس شر وفساد سے کہیں بڑا ہوتا رہا ہے جو خروج سے پہلے تھا، جیسے کہ وہ لوگ جنہوں نے مدینہ میں یزید کے خلاف خروج کیا، عراق میں عبد الملک کے خلاف ابن الاشعث کا خروج، خراسان میں اپنے بیٹے ہی کے خلاف ابن المہلب کا خروج، اسی طرح خراسان ہی میں ابو مسلم خراسانی کا خروج، اسی طرح مدینہ اور بصرہ وغیرہ میں ابو جعفر المنصور کے خلاف خروج و بغاوت، اور اس طرح کی دوسری بغاوتیں۔

اس طرح کے لوگ یا تو غالب ہوتے ہیں یا مغلوب، یہ غالب بھی آتے ہیں تو انکا غلبہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ عبد اللہ بن علی اور ابو مسلم نے ملکر بہت سارے لوگوں کا قتل کیا، پھر ان دونوں کا انجام کیا ہوا؟ ابو جعفر المنصور نے دونوں کو قتل کر دیا، اہل حرہ، ابن الاشعث اور ابن المہلب وغیرہ مغلوب ہو گئے، انکا نہ دین باقی رہا اور نہ دنیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے آگے (منہاج السنہ: ۴ / ۵۲۹) پر کہا کہ: ''حسن بصری کہتے تھے کہ حجاج اللہ کا عذاب ہے، اسے اپنے ہاتھوں سے ختم نہ کرو، بلکہ اللہ سے دعا کرو، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ﴾ [المومنون: ۷۶]

ترجمہ: اور بلا شبہ یقینا ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا، پھر بھی وہ نہ اپنے رب کے آگے جھکے اور نہ عاجزی اختیار کرتے تھے۔

طلق بن حبیب کہتے تھے: '' فتنے سے تقوی کے ذریعے بچو، پوچھا گیا: تقوی کی تشریح کریں تو آپ نے کہا: نور الہی کی روشنی میں اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کی رحمت کی امید رکھو، اور نور الہی کی روشنی میں معصیت

ترک کردو اور عذاب الٰہی سے ڈرو"۔

چنانچہ سلف فتنوں کے ایام میں خروج اور قتال سے منع کرتے تھے، جیسا کہ ابن عمر، سعید بن مسیب اور علی بن الحسین وغیرہ حرہ کے سال یزید کے خلاف خروج و بغاوت سے روکتے تھے، اور جیسا کہ حسن بصری اور مجاہد وغیرہ ابن الاشعث کے فتنے میں شریک ہونے سے روکتے تھے، اسی لئے صحیح احادیث کی روشنی میں ائمہ اہل سنت فتنوں کے ایام میں خروج اور قتال سے روکتے تھے، اور اسے اپنے عقائد کی کتابوں میں بیان کرنے لگے، حکام کے ظلم پر صبر کرنے کی تاکید کرتے تھے اور قتال کرنے سے روکتے تھے، گرچہ بعض فتنوں میں اہل علم نے بھی شرکت کی تھی۔

باغیوں سے قتال کرنے کا باب اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر، قتالِ فتنہ سے مشتبہ ہو جاتا ہے مگر یہ تفصیل طلب ہے جس کا یہاں موقع نہیں ہے، لیکن جو اس تعلق سے احادیث نبویہ پر غور کرے گا اسے پتہ چلے گا کہ جو حدیثوں کے اندر بیان ہوا ہے وہی بہتر اور اعتدال پسندی پر مبنی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنہ: ۴ / ۵۳۱) پر مزید کہا کہ: "حکام کے جور وظلم پر صبر کرنا اور انکے خلاف خروج و بغاوت نہ کرنا ہی بندوں کے لئے دنیا وآخرت میں بھلائی ہے، اور جو اسکی مخالف کرے گا جان بوجھ کر یا غلطی سے، اسے فساد کے سوا کوئی بھلائی ملنے والی نہیں ہے، اور اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف کی تھی یہ کہتے ہوئے کہ یہ میرا بیٹا ہے جو سردار ہے، اسکے ہاتھ پر مسلمانوں کے دو گروہ کے درمیان اللہ صلح کرائے گا"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنہ: ۴ / ۵۳۶) پر مزید کہا کہ: "اگر منکر کا ازالہ ممکن نہ ہو مگر ایسی صورت کے کہ اس سے پہلے کے مقابلے بڑے منکر کا وجود لازم آئے، تو ایسی صورت میں منکر پر نکیر کرنا منکر قرار پائے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی معروف کا حصول ممکن نہ ہو مگر ایسے منکر کے ذریعے جس کا مفسدہ اس معروف کہ مصلحت سے زیادہ بڑا ہو، تو ایسی صورت میں اس معروف کا حصول بھی منکر ہو جائے گا۔

جبکہ اسی طریقے سے خوارج مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانا جائز کرتے ہیں، یہاں تک کہ خوارج نے اسی بنیاد پر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسروں خلفاء سے قتال کیا، ان خوارج کے عقیدے پر معتزلہ، زیدیہ آقا اور دیگر فقہاء ہیں''۔

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنہ: ۴ / ۵۳۸) پر مزید کہا: ''یہ جاننا ضروری ہے کہ ان فتنوں کے اسباب مشترک ہیں، ان میں حق اور غیر حق کا پہچاننا بہت ضروری ہوتا ہے، اور اسلام علم نافع اور عمل صالح کے ساتھ آیا ہے تاکہ حق کی معرفت ہو سکے، اور دیکھا یہ جاتا ہے کہ کچھ حکام ایسے ہوتے ہیں جو ظلم و زیادتی اور حق تلفی کرتے ہیں جس پر لوگ صبر نہیں کر پاتے لیکن اس ظلم کو ختم بھی نہیں کر سکتے مگر ایسے طریقے سے جو مزید فساد کا باعث ہوتا ہے، لیکن ظلم کو مٹانے اور اپنے حق کے لینے کی محبت میں وہ اس عام فساد پر نظر نہیں رکھتا جو اس کے عمل سے ظاہر ہونے والا ہوتا ہے۔

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد تم لوگ حق تلفی پاؤ گے، اس وقت صبر سے کام لینا یہاں تک کہ تم مجھ سے حوض کوثر پر آ کر ملاقات کرنا۔''

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنہ: ۴ / ۵۴۰) پر مزید کہا:
''صحیح روایتوں میں یہ بھی ثابت ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ"۔ [صحیح مسلم:۱۸۳۹]

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان پر سننا اور ماننا واجب ہے (حاکم کی بات کا) خواہ اس کو پسند ہو یا نہ ہو مگر جب حکم کیا جائے گناہ کا تو نہ سننا چاہیئے نہ ماننا چاہیئے۔''

اسی طرح ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے:

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَقُلْنَا حَدِّثْنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُ اللَّهُ بِهِ، سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ: دَعَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَبَايَعْنَاهُ، فَكَانَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا، "أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، قَالَ: إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ". [صحیح مسلم:۱۷۰۹]

ترجمہ: جنادہ بن امیہ سے روایت ہے، ہم سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ بیمار تھے۔ہم نے کہا: بیان کرو ہم سے (اللہ تعالیٰ تم کو اچھا کرے)۔ایسی کوئی حدیث ہے جس سے اللہ فائدے دے اور جس کو تم نے سنا ہو رسول اللہ ﷺ سے۔انہوں نے کہا ہم کو بلایا رسول اللہ ﷺ نے، ہم نے آپ سے بیعت کی اور آپ نے جو عہد لیے ان میں یہ بھی بتایا کہ ہم بیعت کرتے ہیں بات سننے اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور ہماری حق تلفیاں ہونے میں اور ہم جھگڑا نہ کریں گے اس شخص کی خلافت میں جو اس کے لائق ہو" مگر جب کھلا کفر دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس حجت ہو۔"

آپ غور کریں کہ نبی اکرم ﷺ نے حق تلفی کے باوجود مسلمانوں کو صبر کرنے اور حکام کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور مخالفت کرنے سے روکا ہے"۔

* میں کہتا ہوں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ان عمدہ اقوال پر غور کریں جو احادیث نبویہ کی روشنی میں مصالح ومفاسد کی رعایت پر مبنی ہیں ساتھ ہی تاریخی تجربات سے خروج و بغاوت کے تباہ کن اثرات بھی سامنے ہیں، جس سے ایک عقلمند انسان ہی عبرت پکڑ سکتا ہے۔

چنانچہ جو حق کا متلاشی ہو اسے چاہیئے کہ وہ فتنوں کے موقعوں پر اسلامی منہج سے استفادہ کرے اور اس

منہج کی مخالفت کرنے والوں سے مسلمان بھائیوں کو آگاہ رکھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان انہیں ان فتنوں میں قتل وخونریزی اور تباہی کیلئے ایندھن بنالے، بلکہ وہ فتنوں کا سامنا کرنے کیلئے ائمہ سلف نے جو اصول مرتب کئے ہیں انکی روشنی میں زندگی گزاریں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقوال جنہیں ہم نے پیش کیا وہ سب انہیں رہنما اصولوں پر مبنی ہیں اور انہیں کی طرف دعوت دیتی ہیں۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے (اعلام الموقعین : ۳ / ۱۵) میں کہا کہ: ''نبی اکرم ﷺ نے انکار منکر کو اس لئے اپنی امت پر واجب کیا ہے تاکہ اس کی وجہ سے وہ مصلحت اور بھلائی حاصل ہو جسے اللہ اور اسکے رسول پسند کرتے ہیں، لیکن اگر اس انکار منکر سے مزید اس سے بڑا منکر پیدا ہونے کا خدشہ ہو جس سے اللہ اور اسکے رسول نفرت کرتے ہوں تو ایسی صورت میں انکار منکر جائز نہیں ہوگا، اسکی مثال انکار منکر کے نام پر بادشاہان وقت اور حکمرانوں کے خلاف خروج و بغاوت کرنا ہے جو کہ تمام شر وفتن کی بنیاد ہے کہ جو ایک مرتبہ شروع ہو جائے تو پھر کبھی ختم نہ ہو، صحابہ کرام نے ان حکام سے قتال کرنے کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ سے اجازت مانگی تھی جو نماز کو ان کے مقررہ اوقات سے موخر کر دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں قتال کرنے سے منع فرمادیا، اور کہا کہ نہیں، جب تک وہ نماز قائم کرتے رہیں اس وقت تک ان سے قتال نہیں کر سکتے۔ اور مزید فرمایا کہ جو اپنے امیر کی طرف سے کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ صبر کرے اور اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

چنانچہ جو بھی چھوٹے بڑے فتنوں پر غور کرے گا تو وہ پائے گا کہ انہیں اصولوں کے ضائع کرنے اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا ہے کہ انہوں نے حکام کے منکرات اور ظلم پر صبر نہیں کیا اور طاقت نہ ہونے کے باوجود اسے مٹانے کیلئے نکل پڑے چنانچہ پہلے کے مقابلے بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوئے۔ آپ غور کریں کہ نبی اکرم ﷺ مکہ کے اندر بڑے بڑے مفاسد اور منکرات کا

سامنا کرتے تھے مگر چونکہ انکے مٹانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اس لئے صحابہ کو خاموش رہنے کی تلقین کرتے تھے اور اللہ کی طرف سے کشادگی کی امید دلاتے تھے، لیکن جب مکہ فتح ہوگیا اور دارالاسلام میں داخل ہوگیا تو بیت اللہ کو نئے سرے سے پاک صاف کیا اور سارے منکرات کو ختم کردیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اسی وقت خانہ کعبہ کو گرا کر ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ لانا چاہتے تھے اور آپ اس کے بارے میں ارادہ بھی رکھتے تھے، مگر اس ارادہ کو ترک کردیا' چونکہ اسکے نتیجے میں بدعقیدگی پھیلنے کا خطرہ تھا' با ایں وجہ کہ ابھی وہ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اور اسی لئے آپ ﷺ نے حکام کے خلاف بھی ہاتھ اور طاقت کے زور پر منکر کے ازالے سے منع فرمادیا، کیونکہ اس سے مزید فساد کے پھیلنے کا امکان ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ کا قول بھی حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے اور اس کے اندر نتائج اور عواقب پر غور کیا گیا ہے، اور انہیں مصلحتوں کی بنیاد پر بڑے بڑے فتنوں کو روکا جاسکتا ہے"۔

ابن القیم رحمہ اللہ کے کلام پر غور کریں اور ساتھ ہی ایک بار پھر آپ کے اس کلام پر غور کریں: "جو بھی چھوٹے بڑے فتنوں پر غور کرے گا تو وہ پائے گا کہ انہیں اصولوں کے ضائع کرنے اور ان پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا ہے کہ انہوں نے حکام کے منکرات اور ظلم پر صبر نہیں کیا اور طاقت نہ ہونے کے باوجود اسے مٹانے کیلئے نکل پڑے چنانچہ پہلے کے مقابلے بڑے بڑے مفاسد مرتب ہوئے"۔

اگر سلف امت دورِ حاضر کے پر آشوب ماحول اور پر فتن دور کو دیکھ لیتے کہ اس وقت جو مظاہرے اور احتجاج کئے جاتے ہیں وہ نہ تو اسلام کی خاطر ہوتے ہیں اور نہ ہی شرک و بدعات اور الحاد وکفر کے خلاف ہوتے ہیں بلکہ سیاسی مقاصد اور دنیاوی اہداف حاصل کرنے کی خاطر ہوتے ہیں تو انکا کیا حال ہوتا؟!

اللھم نعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے نویں صفحے پر کہتے ہیں:

"حاکم وقت کی سمع وطاعت کے تعلق سے خلاصہ کلام یہ ہیکہ اگر وہ کسی مباح چیز سے روکے اور یہ حکم کسی خاص شخص کو ہو جیسے کہ کسی کو سفر کرنے سے روکے یا دوسرے ملک میں شادی کرنے سے منع کرے تو یہ جائز ہے، اور ایسی صورت میں اس شخص پر اس حاکم کی اطاعت واجب ہے، لیکن کوئی عام فرمان یا حکم صادر کرے جو پوری رعایا کیلئے عام ہو جس میں کسی جائز اور شرعی مباح چیز سے روکا گیا ہو تو یہ اظہار رائے کی آزادی کو ختم کرنا ہے"۔

□ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① یقینا یہ کلام بہت ہی عجیب اور غریب ہے۔

میں نے ارشادات نبویہ اور اہل علم کے کلام کو پیش کیا ہے جن میں امام احمد، ابن تیمیہ اور ابن القیم کے قیمتی کلام شامل ہیں، جو حکمت، صحیح علم اور عظیم ہوشمندی پر مبنی ہیں، اور دین و دنیا کی تباہی والے فتنوں سے امت کو دور رہنے کی ہدایت ہے۔

پھر اسکے بعد ان حکیمانہ توجیہات اور اور موصوف کے اس استدلال کے درمیان موازنہ اور مقارنہ کریں جو منہج نبوی اور سلف امت کے کلام سے کوسوں دور ہے۔

② قاری کو یہ سمجھ میں آئے گا کہ موصوف نے حاکم کی اطاعت کو لیکر فرد اور جماعت کے درمیان تفریق کی ہے جبکہ اس تفریق پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

فقہائے اسلام یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ مصالح ومفاسد کی رعایت پر قائم ہے، چنانچہ شریعت اسلامیہ انہیں چیزوں کا حکم دیتی ہے جن کے اندر دین و دنیا ہر اعتبار سے لوگوں کیلئے خیر و بھلائی ہو، اور ہر اس چیز سے روکتی ہے جس میں انکے لئے دین و دنیا ہر اعتبار سے برا ہو، لیکن یہ ربانی منہج موصوف کے کلام سے عنقا ہے۔

چنانچہ حاکم وقت کیلئے اسی منہج کی روشنی میں یہ جائز ہے کہ وہ رعایا کی مصلحت میں اجتہاد کرکے قوانین وضوابط بنائے اس شرط کے ساتھ کہ شرعی اصولوں سے نہ ٹکرائے، اور اگر اس سے کسی طرح کی کوئی غلطی سرزد ہو تو اسکی اصلاح علماء امت اور دانشوران قوم ہی کریں گے حکمت پر مبنی نصیحت اور خیر خواہی کے ذریعے نہ کہ تشہیر اور اختلاف کے ذریعے۔

ان سیاسی امور میں نادان، جاہل، نفس پرست اور اغراض پسند لوگوں کو مداخلت نہیں کرنا چاہیئے، اگر حاکم نصیحت کے بعد اپنی غلطی سے رجوع کرلے تو الحمدللہ، اور اگر رجوع نہ کرے تو ایسی صورت میں شریعت نے مسلمانوں کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے، یہاں تک کہ اللہ کوئی سبیل پیدا کردے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾[الطلاق:۳]

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔

یہ حکمت پر مبنی اسلامی علاج سینکڑوں مرتبہ اُس علاج سے بہتر ہے جو مظاہروں اور فتنوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے (منہاج السنہ: ۴ / ۵۲۷) میں کہا کہ: ”خلاصہ کلام یہ ہیکہ اہل سنت والجماعہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنے میں حسب استطاعت کوشش کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾[التغابن:۱۶] اللہ سے ڈرو جتنی تمہیں طاقت ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اپنی طاقت بھر اسے انجام دینے کی کوشش کرو)۔

اور یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو دین و دنیا ہر اعتبار سے بندوں کی اصلاح کیلئے مبعوث کیا گیا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے اصلاح کا حکم دیا ہے اور فساد سے روکا ہے، لیکن اگر کوئی ایسا امر ہو جس

کے اندر بھلائی اور برائی دونوں ہوتو ایسی صورت میں جو راجح ہوگا اسی کو مقدم کیا جائے گا، اگر اسکی بھلائی برائی پر راجح ہوتو اسے انجام دیا جائے گا اور اگر برائی راجح ہوتو اسے ترک کر دیا جائے گا''۔

مگر موصوف کا حال یہ ہیکہ انہوں نے نہ تو مصلحت راجحہ کا خیال کیا اور نہ ہی مفاسد کے نتائج پر غور کیا اور نہ ہی مصالح اور مفاسد کے درمیان ترجیح کی ضرورت پر غور کیا' جس کیلئے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے اور جس منہج پر فقہائے امت اور علمائے راسخین چلتے آئے ہیں اور نفس پرست ہمیشہ اس منہج سے دور رہے ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ خلیفہ راشد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امت کی مصلحت اور مفسدہ کی رعایت کرتے ہوئے امور امت کو دیکھتے تھے۔

ابو بکر بن ابی شیبہ نے کہا: ابن عمر سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے اونٹوں کیلئے ربذہ کے چراگاہ کو حکومتی تحویل میں لے لیا۔ [مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر ۲۳۵۳۵]

اور آگے مزید کہا کہ ابوسعید مولی ابی اسید انصاری سے روایت ہے کہ انہوں نے امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مصر کے وفد کا آپ نے استقبال کیا، اس وقت آپ مدینہ سے باہر ایک بستی میں تھے، جب ان لوگوں نے آپ کے بارے میں سنا تو اسی جگہ ملنے کیلئے روانہ ہو گئے، ان لوگوں نے کہا کہ قرآن منگائیے، چنانچہ آپ نے قرآن منگوایا، پھر ان لوگوں نے کہا کہ ساتویں سورت یعنی سورہ یونس کھولئے، وہ لوگ سورہ یونس کو ساتویں سورت کہتے تھے، آپ نے اس سورت کی تلاوت کی یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہونچے: ﴿قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ﴾ [یونس:۵۹]

ترجمہ: آپ کہیے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا۔ آپ پوچھیے کہ کیا تم کو اللہ نے حکم دیا تھا یا اللہ پر افترا ہی کرتے ہو؟

تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے چراگاہ کیلئے جگہ الاٹ کیا ہے، کیا اللہ نے اسکا حکم دیا ہے یا آپ اللہ پر افترا پردازی کر رہے ہیں؟ تو آپ نے کہا کہ یہ آیت فلاں فلاں معاملات کے تعلق سے نازل ہوئی ہے اور جہاں تک چراگاہ کا تعلق ہے تو مجھ سے پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی صدقہ کے اونٹوں کے لئے چراگاہ کی جگہ الاٹ کیا تھا، اور جب میں ذمہ دار بنا تو صدقہ کے اونٹوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اسلئے میں نے جگہ بھی زیادہ الاٹ کر دی۔ [فضائل صحابہ، امام احمد: ۱/ ۴۷۰]

چونکہ ربذہ نامی جگہ پر کسی کا مالکانہ حق نہیں تھا، وہ تمام مسلمانوں کیلئے عام تھی، اسلئے امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کے اونٹوں اور گھوڑوں کیلئے خاص کر دیا اور عام مسلمانوں کو اسکے استعمال کرنے سے منع کر دیا، سوائے اس شخص کے جو امیر المومنین سے اجازت لے۔

یہ کام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا جس میں مصالح عامہ کی رعایت ملحوظ خاطر تھی، اور مزید یہ اجتہاد کے باب سے ہے جس کے بارے میں حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ: "إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ"۔ [صحیح مسلم: ۱۷۱۶]

ترجمہ: سیدنا ابوقیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو مولیٰ تھے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے، انہوں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب حاکم سوچ کر حکم دے پھر صحیح کرے تو اس کو دو اجر ہیں اور جو سوچ کر حکم دے اور غلطی کرے تو اس کو ایک اجر ہے۔“

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہی کام کیا تھا جو کام سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، مگر اس سے اختلاف سوائے باغیوں اور فتنہ وفساد پھیلانے والوں کے کسی نے نہیں کیا۔

صحیح بخاری کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً، إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ خَيْبَرَ".

ترجمہ: زید بن اسلم سے ان کے والد نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جتنے شہر بھی فتح کرتا، انہیں فتح کرنے والوں میں تقسیم کرتا جاتا، بالکل اسی طرح جس طرح نبی کریم ﷺ نے خیبر کی زمین تقسیم فرمادی تھی۔ [صحیح بخاری: ۲۳۳۴]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اجتہادات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے مصلحت عامہ کی خاطر عراق کی سرزمین کو تمام کیلئے وقف کر دیا تھا، اور اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم نہیں کیا تھا، اور صحابہ کرام نے آپ کے اس اجتہاد کو اقرار کیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ زمین ہماری ہے اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم کرو، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سرزمین خیبر کے ساتھ کیا تھا کہ خمس نکال کر اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیا تھا، لہذا آپ کیلئے صرف خمس ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [الانفال:۴۱]

ترجمہ: اور جان لو کہ تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی، جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

حافظ ابن رجب نے اپنی کتاب (الاستخراج لأحکام الخراج: ص ۹) کے اندر کہا کہ امام احمد کا یہ قول

گزر چکا کہ خراج کی وصولی عہد فاروقی سے پہلے نہیں تھی، اور بلا شبہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عراق کی سرزمین سے خراج ختم کر دیا تھا اور نہ ہی اسے مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا تھا۔

اور اسی طرح ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ہی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس جانب اشارہ کیا تھا۔

اسکے علاوہ بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دوسرے اجتہادات ہیں جیسے کہ مسلمانوں کیلئے ایک بیت المال بنانا، صحابہ نے اس پر بھی خاموشی اختیار کی، اور اسے صحیح مانا، اور صحابہ اور دیگر اہل سنت والجماعہ کا منہج یہی ہے کہ حکام کی اطاعت کرتے ہیں اور امت کی مصلحت میں اٹھائے گئے اقدامات کو تسلیم کرتے ہیں۔

ابو یعلی نے پہلے حاکم وقت کے واجبات کو بیان کیا اسکے بعد مسلم رعایا کے واجبات کو بیان کیا ہے، چنانچہ (الاحکام السلطانیہ: ص ۴۶) کے اندر کہتے ہیں کہ جہاں تک حاکم وقت کے حقوق کا تعلق ہے تو یہ چار ہیں:

پہلا حق:

اس کی اطاعت کرنا رعایا پر واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء:۵۹]

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

کہا گیا کہ یہاں پر اولوالامر سے مراد علماء ہیں اور ایک قول کے مطابق حکام ہیں۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي"۔ [صحیح مسلم:۱۸۳۵]

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“

دوسرا حق:

معاملات کو اسکے ذمہ چھوڑ دیں وہی اپنی حکمت سے معاملات کی دیکھ ریکھ کرے گا تاکہ اختلافات واقع نہ ہوں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾[النساء:۸۳]

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول کی طرف اور اپنے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ اسے ضرور جان لیتے جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔

ہاں اگر ان سے کوئی چیز مخفی رہ جائے تو رعایا کو حق ہے کہ وہ اسے واضح کر دے اور مشورہ دے دے اللہ تعالیٰ نے مشورہ لینے کی طرف رغبت دلائی ہے۔

تیسرا حق:

اسکے حکم کی تابعداری کریں اور اسکی منع کردہ چیزوں سے رک جائیں، اور اگر کوئی اسکے الٹا اور برعکس کرے تو ایسی صورت میں حاکم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس مخالفت پر اس کے خلاف تادیبی کاروائی کرے۔

چوتھا حق:

مال غنیمت کی تقسیم میں اختلاف نہ کرے بلکہ اسکے تقسیم پر راضی رہے۔

میں کہتا ہوں کہ دکتور سعود الفنیسان کو چاہئے کہ موصوف توجیہات نبویہ کو سمجھیں اور ساتھ ہی اس باب میں علمائے ربانیین کے منہج کو جانیں اور انہی کے منہج پر چلیں، جو کہ علم وعقل اور خیر وبھلائی اور تمام فتنوں اور تباہی کے راستوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔

ابن زنجویہ نے مزید دیگر آثار نقل کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں جابیہ کی سرزمین کو بھی وقف کر دیا تھا، اور اسی طرح مصر کی سرزمین جسے بغیر لڑائی کے فتح کیا گیا تھا، اور یہ سب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اجتہادات میں شمار کیا جاتا ہے۔

○○○○

○ دکتور سعود الفنیسان آگے نویں صفحے پر کہتے ہیں:

"پرامن مظاہروں کیلئے ضروری ہے کہ وہ کچھ شرعی ضوابط کے پابند ہوں:

۱- جو بھی مطالبے ہوں وہ شرعی اور انصاف پر مبنی ہوں، چنانچہ اگر وہ حرام ہوں یا اس کے اندر مفسدہ ہو تو بالکل جائز نہیں ہوگا۔

۲- اس مظاہرہ سے کوئی دوسرا ایسا منکر سامنے نہ آئے جو مظاہرین کی وجہ سے پہلے کے مقابلے بڑا منکر ہو یا اس کے برابر ہو۔

۳- اس مظاہرہ سے کسی واجب کا ترک لازم نہ آئے، جیسے جمعہ جماعت کا ترک کرنا یا اختلاط کا پایا جانا۔

۴- مظاہرے کی وجہ سے جان ومال کی تباہی نہ ہو۔

چنانچہ ایسے مظاہرے جس میں نہ تو ہتھیار اٹھایا گیا ہو اور نہ ہی خون بہایا گیا ہو اور نہ ہی ناحق کسی پر زیادتی کی گئی ہو اور نہ ہی املاک کو تباہ کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں وہ مظاہرہ شرعی طور پر جائز ہے۔ واللہ أعلم۔

❑ تعلیق: میں کہتا ہوں:

① اسلام ہر قسم کے مظاہروں سے بری ہے، بالکل جائز نہیں ہے کہ مظاہروں کو اسلام سے جوڑا جائے۔

② مظاہروں کے اندر جمہوریت اور اظہار رائے کی آزادی جیسے مطالبات کو انصاف پر مبنی کہنا کہاں کا انصاف ہے؟ اسلام ایسے مطالبوں کو حرام اور جرم ٹھہراتا ہے، کیونکہ اسلام ایسے موقعوں پر صبر اور اطاعت کی تاکید کرتا ہے، اور مظاہرہ اپنے تمام اشکال کے ساتھ شریعت سے متصادم ہے۔

③ مظاہرات کے اندر کسی طرح کی کوئی بھلائی نہیں ہے گرچہ وہ پرامن اور منکرات سے پاک ہو، پھر کیا حال ہوگا ان مظاہروں کا جن میں منکرات بھرے ہوتے ہیں۔

④ مظاہروں میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں ان میں اکثر شریعت کے پابند نہیں ہوتے ہیں، ساتھ ہی اسلام مرد وزن کے اختلاط سے منع کرتا ہے حتی کہ مسجد میں بھی منع کرتا ہے، اور مظاہروں کے اندر

اختلاط پایا جاتا ہے، اور مجھے نہیں معلوم کہ موصوف کے نزدیک جائز اختلاط اور حرام اختلاط کسے کہتے ہیں۔

⑤ مظاہروں میں جان ومال کے نقصان کا خدشہ 99 / ٪ فیصد تک ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان نادر مظاہروں کا اعتبار نہیں ہوگا جن میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ جن کے بارے میں نہ کبھی سنا جاتا ہے اور نہ دیکھا جاتا ہے۔

چنانچہ اکثر مظاہروں میں نقصان اور فساد ہوتے ہی ہیں کیونکہ ان مظاہروں کے اکثر سرپرست دین اسلام کے عقائد واحکام کی پابندی نہیں کرتے، اور مظاہروں کے اندر بہت سے نفس پرست لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جن کا مقصد صرف لوٹ مار ہوتا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ موصوف کسی اور دنیا میں جی رہے ہیں، کیونکہ مظاہرین کے بارے میں یہ تصور پیش کر رہے ہیں جیسے وہ معصوم ہوں یا فرشتوں کی کوئی جماعت ہو، اسی لئے ایسے شروط بیان کئے ہیں جن کے بارے میں ہر ذی عقل یہ جانتا ہے کہ وہ کبھی بھی پورا نہیں ہوسکتے، یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

أَلْقاهُ فِي اليَمِّ مَكْتُوفًا وقالَ لَهُ ... إيّاكَ إيّاكَ أَنْ تَبْتَلَّ فِي الماءِ

ترجمہ: ہاتھ باندھ کر دریا میں اسے ڈال دیا اور کہا کہ خبردار! پانی میں مت بھیگنا۔

اسی طرح اگر آپ امن وسلامتی کے نام پر مظاہروں کی اجازت دیتے ہیں تو گویا آپ لوگوں کے سامنے تباہ کن فتنوں کا دروازہ کھولتے ہیں، کیونکہ اب مظاہروں میں فتنہ پرور لوگ زیادہ رہتے ہیں جو صرف فتنہ وفساد اور قتل وخونریزی اور املاک کی تباہی کے رسیا ہوتے ہیں۔

آخر میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں، دکتور سعود الفنیسان اور تمام مسلمانوں کو حق پر قائم رہنے، عقیدہ ومنہج اور سیاست واخلاق ہر اعتبار سے کتاب وسنت پر چلنے اور تمام فتنوں سے دور رہنے نیز حکام ورعایا تمام مسلمانوں کو آپس میں متحد رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان ربنا لسمیع الدعاء۔

وصَلّى اللَّهُ وسَلَّمَ وبارَكَ عَلى نَبِيِّنا مُحَمَّدٍ، وعَلى آلِهِ وأَصْحابِه أجمعين

❍❍❒❍❍